Regd No 861

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

ہفت روزہ
آزادی نمبر
بدر
قادیان

ایڈیٹر:- صلاح الدین ملک ایم۔اے

اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ممالک غیر ۷½ روپے
فی پرچہ ۲ /۰

تواریخ اشاعت
۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۶ | ۱۴ ظہور ۱۳۳۶ ہش | ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ | ۱۴ اگست ۱۹۵۷ء | نمبر ۳۱

بھارت کی شاندار ترقی!

آزادی کی برکات سے بہرہ اندوز ہوتے ہوئے ہم پر سات سال گذر رہے ہیں۔ ہزارہا لوگوں نے قید و بند کے مصائب جھیلے۔ زد و کوب برداشت کی۔ فاقے اُٹھائے۔ اپنے روشن مستقبل تباہ کئے۔ دار و رسن کے شدائد کو بخوشی قبول کیا۔ تب آزادی جیسی نعمت سارے بھارت کو نصیب ہوئی۔ آزاد اقوام ہی آزادی کی نعمت کی قدر جانتے ہیں۔ آزادی کے برقرار رکھنے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ محنت۔ برداشت توجہ۔ صبر و استقلال۔ ثبات بے پایاں۔ رواداری۔ عقلمندی۔ دور بینی اور دور اندیشی درکار ہوتی ہے۔ ایک موتی کو حاصل کر لینا نہایت ہی سہل ہے۔ بہ نسبت اس پر ملکیت قائم رکھنے کے اور اس کی حفاظت کے۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ جب موتی سمندر سے نکالا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہمیشہ اس پر کڑا پہرہ رکھا جاتا ہے تا ضیاع کا کھٹکا نہ رہے۔ ہمارے بیدار مغز لیڈروں نے ان سات سالوں میں اپنی قوم کو قعرِ مذلت سے بامِ رفعت پر پہنچانے کے لئے رات دن سعی کی اور دن رات ایک کر دیا۔

کبھی وہ زمانہ تھا کہ بھارت کے بڑے سے بڑے راجہ یا نواب کو یورپ کے ہوٹلوں میں جگہ دینے سے انکار کر دیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے کہ وہ مشرقی اقوام سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن آج بھارت کو تمام مغربی اقوام کیا اور مشرقی اقوام کیا سب ہی نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی رائے وزن رکھتی ہے۔ کوریا اور ہند چینی میں جنگ بندی کر کے بھارت نے نہایت ہی قابلِ فخر کام سر انجام دیئے ہیں۔

بھارت نے جلد سے جلد آزاد جمہوریت کے طور پر اپنا آئین تیار کیا۔ اس کی بہترین قابلِ ستائش خصوصیت یہ ہے کہ بلا تفریق مذہب و ملت اور رنگ و نسل تمام بھارت واسیوں کے لئے مساوات تسلیم کی گئی ہے۔ تمام کو تقریر و تحریر اور مذہب کی ایک سی آزادی ہے۔ بھارت میں اس سارے عرصہ میں لاکھوں پناہ گزینوں کی آبادکاری کے لئے پوری کوشش کی گئی ہے۔ گذشتہ سال تک غذائی حالت بہت تشویشناک تھی۔ اربوں روپیہ غیر ممالک سے لاکھوں ٹن اناج درآمد کرنے پر صرف ہوتا تھا لیکن جناب رفیع احمد صاحب قدوائی وزیر خوراک کی توجہ اور محنت اور تدبیر سے اب بھارت غذا کے معاملہ میں خود کفیل ہو گیا ہے۔ اس لئے اربوں روپیہ باہر جانے سے بچ گیا ہے بہت سی نہروں کے بنانے بالخصوص بھاکڑہ ننگل پراجیکٹ سے بھارت کو بہت ہی فائدہ کی توقع ہے۔ لاکھوں ایکڑ بنجر بے آباد زمین زیر کاشت لائی جا رہی ہے کپڑا اور اناج پہلے سے سستا ہو گیا ہے۔ کئی ملکوں کی امریکی امداد اور کولمبو پلان میں شمولیت سے بھی بھارت دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ سڑکوں کا جال بچھایا جا رہا ہے مزید برآں قومی ترقی کے فراہم کرنے سے ترقیاتی منصوبوں میں مزید پیش رفت ہونے کی توقع ہے نئے کارخانے تعمیر ہو رہے ہیں۔ نئی صنعتیں شروع کی جا رہی ہیں۔

اس سال کا بھارت سات سال قبل کے بھارت سے بکلی مختلف ہو چکا ہے۔ آج کا بھارت کل سا نہیں۔ اور کل کا بھارت آج کا سا نہ ہوگا۔ وہ نہایت سرعت بلکہ یوں کہئے کہ برق رفتاری سے منازل طے کر رہا ہے۔ اس کی برق رفتار ترقیات پر الہ دین کے لیمپ کے کارہائے عجیب کا شبہ ہوتا ہے۔ ہم جو اس کی ترقیات کے پھل کھا رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی اس کے متمنی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ حکومت سے پوری طرح تعاون کریں۔ کیونکہ تعاون ہی سے تمام منصوبے جلد از جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔ تعاون سے ہمیں ہی فائدہ پہونچے گا۔ بھارت کی جس قدر ترقی ہوگی اتنی ہی وہ ہمارے لئے منفعت بخش ہوگی۔

خریداران بدر کی توجہ کے لئے

بعض دوست چندہ اخبار بدر محاسب صاحب قادیان یا محاسب صاحب ربوہ کے نام ارسال کر کے اس امر سے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اب اخبار جاری ہو جائے گی یا اخبار جاری رہے گی حالانکہ ہمیں کوئی اطلاع نہیں ہوتی۔ اسلئے تمام خریداروں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی قیمت اخبار محاسب صاحب کو ارسال کر کے مینیجر اخبار بدر کو اطلاع ارسال کر دیا کریں۔ اور رسید کے نمبر کا حوالہ دیں۔ تا کارروائی برعلیحدہ مکمل کی جا سکے اور اپنے پتہ جات اور خریداری نمبر خوشخط اور مکمل تحریر کیا کریں تا کسی قسم کی دقت پیدا نہ ہو سکے۔

مینیجر بدر

اخبار احمدیہ

ناصر آباد (سندھ) ۱۲ راگست۔ محترم مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل ہیڈ زود نویس تحریر کرتے ہیں کہ:-

"سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خدا تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں۔ آج کل حضور احمد آباد اور محمد آباد کا دورہ فرما رہے ہیں محمود آباد کا دورہ اس سے پہلے ہو چکا ہے"

۱۴ راگست۔ حضور کی طبیعت ناساز ہے۔ احباب اپنے پیارے امام کی صحت عاجلہ کاملہ کے لئے درد مندانہ دعائیں جاری رکھیں۔

لاہور ۱۴ راگست۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔

ربوہ ۵ راگست۔ سیدہ ام ناصر صاحبہ حرم سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ گذشتہ دنوں شدید علیل ہو گئی تھیں۔ مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی رپورٹ ہے کہ طبیعت بفضلہ تعالیٰ نسبتاً بہتر ہے۔ ٹمپریچر ۹۹ تک ہو جاتا ہے۔ کمزوری کی شکایت باقی ہے۔

ربوہ ۹ راگست۔ مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی کو ابھی تک رعشہ کی تکلیف باقی ہے۔

احباب ان کی شفائے عاجلہ کاملہ کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

نماز و زکوٰۃ

جس طرح نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے۔ اسی طرح عین وقت پر مرکز میں زکوٰۃ بھیجنا فرض ہے۔ اور اس سے کوتاہی ایک فرض سے کوتاہی ہے۔

اخبار احمدیہ قادیان

۵ راگست۔ جمعیت ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے واپس آ گئے۔ جہاں ان کو وزیر اعظم بھارت پنڈت نہرو صاحب کی آمد پر تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا۔

۱۰ راگست۔ مسجد اقصےٰ میں سوا سات بجے صبح مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے نماز عید الاضحیٰ پڑھائی اور بعد ازاں خطبہ میں اس عید پر قربانی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے وفدیناہ بذبح عظیم کی تفسیر بیان کی۔ اور اس ضمن میں احباب کو تلقین کی کہ وہ ایسے اعمال بجا لائیں کہ جس سے ان کی قربانی پر کسی قسم کا حرف نہ آئے۔ کیونکہ قربانی کے جانور کے متعلق جو یہ ارشاد ہے کہ وہ لنگڑا۔ اندھا۔ کانا وغیرہ نہ ہو اسمیں تمثیلی رنگ میں یہی بتایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں ہماری قربانیاں بے لوث اور عیوب و نقائص سے منزہ ہونی چاہئیں۔

اس عید میں اردگرد کے علاقہ سے بعض مسلمان بھی آ کر شریک ہوئے۔ قادیان کے غریب بالکل اسی طرح مسجد مبارک کے قریب دکانوں والے مقیم ہیں اور گردونواح کے خوشی میں خیرات طلب کرتے ہیں جیسے تقسیم ملک سے قبل طلب کرتے تھے

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

کلام الٰہی سے کچھ

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ مُبِينٌ ۝

ترجمہ: کیا لوگوں کے نزدیک ہمارا ان میں سے ایک شخص پر یہ وحی کرنا کہ لوگوں کو ہوشیار کر اور جو لوگ ایمان لائے ہیں انہیں بشارت دے کہ ان کے رب کے حضور ظاہر و باطنی طور پر کامل درجہ ہے (ایسا) عجیب امر تھا کہ کافروں نے کہہ دیا کہ یہ شخص یقیناً کھلا کھلا دھوکہ باز ہے۔

تشریح:- کفار کو اس پر تعجب تھا کہ انہی میں سے ایک آدمی پر کس طرح وحی آگئی۔ گری ہوئی قوموں میں یہ احساس ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ ہم میں سے بڑے آدمی نہیں پیدا ہو سکتے۔ گویا کفار اپنی حالت سے ایسے مایوس ہو گئے تھے کہ وہ یقین ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کا علاج ان کے اندر موجود ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کو بڑھانے اور ترقی دینے اور ان کا علاج کرنے کے لئے باہر سے کسی کو آنا چاہیئے۔

یہی حال آجکل کے بہت سے مسلمانوں کا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی آسمان سے آکر ہمیں ذلت اور ادبار سے نکالینگے ہم میں سے ایک شخص نہیں پیدا ہو سکتا جو ہمارا علاج کرے اس امر میں انہیں پہلی قوموں سے کس قدر موافقت ہے وہی مایوسی ہے اور وہی طریق علاج !! ــــ وہ لوگ جو قومی ترقی کیلئے یا تو اُمنگ ہی نہ رکھتے تھے یا سمجھتے تھے کہ خارجی علاج کے بغیر کچھ نہیں بن سکتا۔ جب ان میں سے انہیں میں سے کسی نے دعویٰ کیا کہ میں ہی تمہارا علاج کرونگا اور ترقی کیطرف لے جاؤنگا تو انکی حیرت کی حد نہ رہی کہ وہ حیران ہو گئے کہ جو بات ناممکن تھی اُسے ممکن کرنے کا اس شخص نے کیونکر دعویٰ کر لیا !!

(تفسیر کبیر)

جواہر پارے

سچ اور جھوٹ کے نتائج ـــ غلطی کا کفارہ ـ ایک دعاء

۱- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے سے بہت سے نیک کاموں کی توفیق ملتی ہے۔ اور نیک اعمال بجا لانے سے جنت ملے گی۔ اور جو آدمی سچ بولنے کی عادت ڈالے تو اللہ کے ہاں وہ صدیق لکھا جاتا ہے۔ اور جھوٹ بولنے سے بہت سی بدیوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور بدیوں کے ارتکاب سے آدمی دوزخ میں جاتا ہے۔ اور جو جھوٹ بولنے کی عادت ڈالے تو آہستہ آہستہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کا نام کذاب یعنی بڑا دروغ گو پڑ جاتا ہے (بخاری)

۲- حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جہاں کہیں رہو ـــ اگر غلطی یا گناہ سرزد ہو۔ تو اس کے کفارہ کے لئے خصوصیت سے نیک کام کرو جس سے وہ بدی مٹ جائے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی)

۳- حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى - اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور تقویٰ اور پرہیزگاری اور غیر اللہ سے استغنار طلب کرتا ہوں۔ (مسلم)

اقوالِ زرّیں

اظہارِ عقیدت و اظہارِ حقیقت

"ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبیؐ کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج ـــ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا ـــ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا ـــ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو ـــ !!

کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا ـــ !!

اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے کھولا نہ گیا ـــ !!

لیکن افسوس! کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ وہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ نور ان کے اندر داخل ہو ـــ !!

(چشمہ معرفت ص۲۸۹ مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

زائرین کی آمد

(۱) ۴ر اگست کو صاحبزادہ میاں مسعود احمد خان صاحب مع بیگم صاحبہ اور اپنے صاحبزادگان میاں مودود احمد خان صاحب و میاں منصور احمد خان صاحب ربوہ سے

(۲) ۷ر اگست کو ربوہ سے مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری پرنسپل جامعۃ المبشرین ـ شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم ـ اے پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ـ مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعۃ المبشرین اور عبدالوہاب صاحب افریقی طالب علم۔

(۳) ۸ر اگست کو مظفرپورہ گنج سے رحمت حق صاحب مع اہلیہ محترمہ اور دو بچوں کے (موصوف بھوبان وڈالہ ضلع امرتسر کے ایک صحابی میاں محمد دین صاحب کے پوتے ہیں)

(۴) ۸ر اگست کو جہانیاں ضلع سرگودہا سے عبدالحفیظ خان صاحب ویرووالی ۔

(۵) ۹ر اگست کو مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی درویش کے برادران نسبتی پیر بشیر احمد صاحب لاہور سے اور پیر سعید احمد صاحب ربوہ سے

زیارت قادیان کے لئے تشریف لائے

واپسی (۱) ۴ر اگست کو عبدالمنان صاحب پسر مولوی عبداللطیف صاحب ٹھیکیدار ربوہ

(۲) ۶ر اگست خدا بخش صاحب و عزیز بشیر احمد صاحب پسر عبدالکریم صاحب درویش۔

(۳) ۷ر اگست کو مولوی عبدالباسط صاحب متعلم جامعۃ المبشرین ربوہ

(۴) ۱۱ر اگست کو شیخ محبوب عالم صاحب خالد و عبدالحفیظ خان صاحب ویرووالی و رحمت حق صاحب مع اہل و عیال زیارت قادیان کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

(۵) ۶ر اگست کو کچھ عرصہ کے لئے فضل الٰہی خان صاحب کارکن امور عامہ کے اہل و عیال لاہور گئے۔ اسی طرح اہلیہ ملک صلاح الدین صاحب اپنے علاج کے لئے بچوں سمیت کچھ عرصہ کے لئے شیخوپورہ گئیں۔

تقریب شادی

(۱) ۴ر اگست کو خاکسار کی ہمشیرہ عزیزہ بیگم صاحبہ کا رخصتانہ شہر منٹگمری میں عمل میں آیا ان کی شادی محمد حنیف صاحب خالد راولپنڈی سے ہوئی ہے۔

(۲) خاکسار کے تایا جان حکیم دین محمد صاحب ملٹری اکاؤنٹنٹ کی دختر کی شادی عبدالغفور صاحب اکبر لسانیجر لیک کی صاحبزادی صاحبہ سے ۶ر اگست کو ہوئی ہے۔ احباب ہر دو شادیوں کے بابرکت ہونے کیلئے دعا فرمائیں۔ خاکسار

محمد صلاح الدین ایڈیٹر بدر

چمبہ میں پنڈت نہرو صاحب کا ورود

ـــ اور ـــ

تبلیغ اور جماعت احمدیہ کی عرضداشت

از ملک صلاح الدین ایم۔ اے

بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو صاحب نے ۲ر اگست کو چمبہ میں تشریف لانا تھا۔ اور ۳ر اگست کو وہاں سے ڈلہوزی کے لئے عازم ہونا تھا۔ یکم اگست کو چمبہ کا ایک قدیمی میلہ منجر کا میلہ تھا جس میں تقسیم ملک سے قبل چمبہ کے راجہ ہاتھی پر سوار درباریوں کی معیت میں بینڈ باجے کے ساتھ پر شوکت شکوہ جلوس میں شہر سے دریا پر جاتے اور پوجا پاٹھ کے بعد منجر (یعنی ریشمی پھندنے) اور ناریل دریا میں بہا دیتے اور ایک بھینسا جسے سال بھر پال کر موٹا کیا ہوتا ہے اسے دریا میں گرا کر پتھروں سے ہلاک کیا جاتا اور دوسرے کنارہ پر نہ آنے دیا جاتا۔ بھینسے کو ہلاک کرنا تقسیم ملک کے بعد ممنوع قرار دیا گیا۔ اب ہاتھی کی سواری کی جگہ جیپ کا استعمال ہوتی ہے۔ جس میں ہمارے سامنے جنرل ہمت سنگھ لیفٹیننٹ گورنر ہماچل پردیش اور میجر راجہ لکشمن سنگھ صاحب راجہ آف چمبہ دریا پر گئے۔ اور جنرل موصوف نے منجر اور ناریل بہانے کی رسوم ادا کیں۔ اس میلہ میں لوگ کثرت سے دور دراز علاقوں سے آتے ہیں لیکن پنڈت نہرو صاحب کی آمد پر جو شان اور اژدہام تھا وہ بے مثال تھا۔ آٹھ آٹھ روز سو سو پیدل سفر کر کے لوگ پنڈت جی کے درشن کرنے کے لئے آئے تھے۔ میرا اندازہ ہے تقریباً تیس ہزار کے اجتماع میں آپ نے تقریر کی تھی۔ اور پھر درشن دینے کے لئے چوگان میں جیپ پر چکر لگایا تھا۔ وہاں کے باشندے اسے اپنی خوش قسمتی یقین کرتے تھے کہ ایسے عظیم لیڈر کے درشن کا ان کو موقعہ ملا۔ اور پھولے نہ سماتے تھے۔

پبلک کی طرف سے ۲ر اگست کو ریسٹ ہاؤس میں آپ کی چائے سے تواضع کی گئی اس میں قریباً ایک سو معززین مدعو تھے۔ جن میں ایک ہمارے احمدی دوست مکرم ڈاکٹر غلام نبی صاحب اور دوسرے مکرم مرزا محمد بیگ صاحب پیلے بطور احمدی اور دوسرے دوست بطور کانگرسی مدعو تھے۔ دوسرے دوست نے گو ابھی تک بیعت نہیں کی لیکن جماعت سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو احمدی ہی کہتے ہیں۔ مسلمانوں نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے درخواست کی تھی کہ جب پنڈت جی ۳ر اگست کو چوگان کے مغربی حصہ میں شفا خانہ اور میوزیم دیکھنے آئیں تو مسلمانوں کو بھی سلام کا موقعہ دیا جائے۔ چونکہ گذشتہ سال مسلمانوں نے عدالت میں ایک کیس کے تعلق میں ربانی صفائی پر

خطبہ جمعہ

سچائی روحانیت کا اہم حصہ ہے جو اسے چھوڑتا ہے وہ روحانیت حاصل نہیں کر سکتا

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ قابلیت رکھی ہے کہ وہ سچائی کی مدد سے ہر گناہ کا مقابلہ کر سکتا ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ایک مسلمان

دن میں چالیس پچاس مرتبہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کہتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ مجھے سیدھے راستہ کی ضرورت ہے۔ اے خدا تو مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ یعنے وہ اقرار کرتا ہے اور اظہار کرتا ہے اور اقرار ے اظہار کرتا ہے۔ اور بار بار اقرار کرتا ہے کہ اسے سیدھے راستہ سے محبت ہے۔ وہ سیدھا راستہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر وہ اسے مل جائے تو اسے قبول کرے گا۔ یہ کتنی پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی خواہش ہے۔ اگر یہ سچی ہو تو دنیا کی

ساری خوبیاں اور بھلائیاں

اور اچھائیاں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جو شخص سچے دل کے ساتھ یہ خواہش رکھتا ہے۔ وہ دنیا میں چلتا پھرتا ولی اور ولی اللہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ یہی خواہش رکھتا ہے یا نہیں کونسا شخص دنیا میں ہے اور کس مذہب کا ہے۔ کہ جو اس قسم کی سچی خواہش کو سنکر متأثر نہ ہوگا۔ مسلمانوں کو جانے دو۔ یہ فقرہ کسی ہندو سکھ عیسائی۔ یہودی کے سامنے رکھ دو کہ ایک شخص دن رات اس خواہش میں تڑپ رہا ہے اور دعائیں کرتا ہے۔ کہ اے خدا مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ اور وہ اس سیدھے رستہ پر چلنا چاہتا ہے۔ تو بغیر اس بات کے انتظار کئے کہ اسے یہ راستہ مل گیا ہے یا نہیں ہر ایک یہی کہے گا کہ وہ شخص بڑا نیک اور بڑا بزرگ ہے۔

تو اس قسم کی مجرد خواہش ہی اعلیٰ چیز سمجھی جاتی ہے۔ کجا یہ کہ وہ پوری بھی ہو جائے

تڑپ اور جوش

اپنی ذات میں ہی نیک ہوتے ہیں۔ محبوب اپنے محب کی بات سنے یا نہ سنے مطلوب ملے یا نہ ملے۔ طالب کے دل میں اسے پانے کی تڑپ کا موجود ہونا اپنی ذات میں بہت اعلیٰ اور مبارک بات ہے جس طرح دنیا میں بڑے بڑے کامیاب آدمی مشہور ہوتے ہیں۔ ہزاروں سال ان کا نام دنیا میں چلتا ہے۔ اسی طرح سچی تڑپ رکھنے والے ناکام بھی مشہور ہوتے ہیں۔ سکندر دنیا میں مشہور ہے۔ اس نے معلوم دنیا کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا۔ ہزاروں سال گذر چکے ہیں۔ دو ہزار سال سے زیادہ۔ لیکن آج تک اس کا نام دلوں سے محو نہیں ہوا۔ رستم پہلوان تھا بادشاہ نہ تھا مگر

کامیاب زندگی

بسر کرنے اور دشمنوں کو مغلوب کرنے کی وجہ سے جو لوگ اس کی حقیقت سے قطعاً واقف نہیں۔ وہ بھی اس کا نام لیتے ہیں۔ جب کوئی بڑے دعوے کرے تو کہتے ہیں بڑا رستم آیا ہے۔ حالانکہ کہنے والے کو یہ پتہ بھی نہیں ہوتا کہ رستم کون تھا۔ اور کہاں کا رہنے والا تھا۔ حاتم نیک کاموں کی وجہ سے اتنا مشہور ہے کہ مخلوق میں سے ایک بڑے حصہ کی زبان پر اس کا نام ہے۔ کوئی بڑا سخی ہو تو کہتے ہیں کہ یہ تو حاتم زمان ہے۔ اور اگر کوئی تھوڑی سی سخاوت کے بعد بڑے بڑے دعوے کرنے لگے۔ اور اس پر فخر کرے تو کہتے ہیں کہ اس نے حاتم کی قبر پر لات مار دی ہے۔ تو یہ لوگ کامیاب تھے۔ اور اپنے خاص فن کوئی بہادری کوئی سخاوت اور کوئی فتوحات میں نمایاں تھے۔ اور اس وجہ سے مشہور ہیں مگر جس طرح یہ مشہور ہیں۔ اسی طرح

بعض ناکام بھی مشہور ہیں

جس طرح دنیا رستم سکندر اور حاتم کا نام لیتی ہے۔ اسی طرح بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ مجنوں کا نام لیتی ہے۔ گو وہ کامیاب نہیں تھا۔ وہ ایک عورت کی وجہ سے دیوانہ ہوا۔ اور اسی وجہ سے مجنوں کہلایا۔ اس کا نام قیس تھا۔ اس نے ایک عورت کی خواہش کی۔ مگر اسے حاصل کئے بغیر مر گیا۔ اور اپنی معشوقہ سے شادی کا موقعہ اسے نہ مل سکا۔ مگر دنیا میں جس طرح سکندر کا نام مشہور ہے اسی طرح قیس کا ہے۔ بلکہ سکندر کا نام جاننے والے کم اور قیس کا عرف جاننے والے زیادہ ملیں گے۔ اپنے صوبہ میں دیکھ لو کتنے لوگ سکندر کا نام جانتے ہیں۔ اور کتنے رانجھا۔ حالانکہ وہ کامیاب نہ تھا۔ اس کی کہانی بھی یہی بتاتی ہے کہ وہ ناکام تھا۔ مگر باوجود اس ناکامی کے اس کا نام آج تک قائم ہے یہی حال فرہاد کا ہے۔ اس کا نام غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں زیادہ مشہور نہیں۔ مگر تعلیم یافتہ طبقہ میں وہ ایسا ہی مشہور ہے۔ جیسا سکندر رستم یا مجنوں حالانکہ وہ بھی ناکام تھا۔ ان لوگوں کے نام کامیاب لوگوں کی طرح کیوں مشہور رہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے دل میں سچی تڑپ پیدا کی۔ گو اسے پورا کرنے کے قابل نہ ہوسکے۔ مگر انہوں نے اپنی تڑپ کو نہ چھوڑا تو استقلال کے ساتھ مقصود کی طلب میں لگے رہنا اپنی ذات میں کامیابی ہے۔ اور ایسی ہی کامیابی ہے جیسے فتوحات حاصل کرنا۔ اگر یہ بڑی چیز نہ ہوتی۔ تو کامیاب لوگوں کے ساتھ ان ناکاموں کے نام مشہور نہ ہوتے۔ مگر بنی نوع انسان کا یہ فیصلہ ہے۔ اور متفقہ فیصلہ کہ جس مقام پر کامیاب لوگوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ اس پر سچی تڑپ رکھنے والے ناکام بھی بٹھائے جاتے ہیں۔ اور

صحیح فیصلہ وہی ہوتا ہے

جو لوگ کرتے ہیں۔ اپنے متعلق اپنا فیصلہ صحیح نہیں سمجھا جاتا۔ ہر ڈاکٹر یہی سمجھتا ہے کہ وہ بڑا قابل ہے ہر وکیل یہی خیال کرتا ہے کہ وہ بہت لائق ہے۔ دراصل بڑا ڈاکٹر اور بڑا وکیل وہی ہوتا ہے۔ جس کے متعلق لوگ فیصلہ کریں۔ کہ وہ بڑا ہے۔ عوام قانون نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ایسی حس رکھی ہے کہ وہ اچھی چیز کے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ناکام وکیل شور مچاتے رہتے ہیں۔ کہ فلاں وکیل کچھ نہیں جانتا۔ یونہی مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ کیوں مشہور ہو گیا ہے۔ پبلک اپنے فیصلوں میں غلطی نہیں کرتی۔ ہمارے سامنے آکر ایک شخص کام شروع کرتا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو یہی ماننا پڑے گا کہ وہ لائق ہے۔ کامیاب ڈاکٹروں کے متعلق کوئی طبی مجلس فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ کہ فلاں قابل ہے اور فلاں ناقابل بلکہ جاہل عوام ہی کیا کرتے ہیں۔ ناکام شور مچاتے رہتے ہیں۔ کہ اس کے نسخوں میں تو فلاں دوا ہوتی ہے۔ وہ جس بیمار کو ڈالتا ہے۔ وہی مر جاتا ہے۔ مگر پبلک ہے کہ اس کی طرف چلی جارہی ہے۔ وہ اپنی فیس پانچ سے دس۔ دس سے سولہ۔ سولہ سے بتیس اور بتیس سے چونسٹھ کر دیتا ہے۔ اور ملک غریب اور کنگال ہے۔ مگر لوگ قرضہ لیں یا کچھ کریں۔ بیماری کے وقت کسی نہ کسی طرح چونسٹھ روپے جمع کر کے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ بسا اوقات وہ توجہ نہیں کرے گا کہہ دے گا مجھے فرصت نہیں۔ مگر لوگ اسی کے پیچھے جا رہے ہوں گے۔ جہاں دوسرا اپنی قابلیت پر فخر کرنے والا ڈاکٹر سارا دن بیٹھا مکھیاں مارتا ہے اور وہ جسے بدنام کیا جاتا ہے انتہا درجہ مشغول رہتا ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے

۱۹۱۸ء میں

جب میں بیمار ہوا۔ تو ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ ڈاکٹر سدرلینڈ سے مشورہ لیا جائے۔ میں نے انہیں مشورہ کے لئے وقت دینے کے لئے لکھوایا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے فرصت نہیں اور پندرہ یا شائد بیس دن کے بعد کہا کہ دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ ہم اتنے ہی دنوں کے بعد گئے تو انہوں نے معذرت کی۔ اور نوٹ بک نکال کر دکھائی۔ اور بتلایا کہ میں روزانہ ایک مریض کو دیکھتا ہوں۔ اور آج تک کے نام پہلے ہی مقرر تھے۔ لیکن لاہور میں دوسرے ڈاکٹروں کی عام طور پر یہی رائے تھی کہ وہ nonsense ہے کے سوا کچھ جانتا ہی نہیں وہ اس کے خلاف شور مچاتے تھے۔ مگر لوگ پھر اس کے پاس پہنچتے تھے۔ حالانکہ وہ دیکھنے سے انکار کرتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جس وکیل یا ڈاکٹر کے پاس لوگ جائیں گے۔ کمائی بھی وہی کرے گا۔ اور عزت و شہرت بھی اسے ہی حاصل ہوگی۔ اور دوسرا اسے بدنام کرنے والا صرف کراہت اور جلتا رہے گا۔ تو پبلک جس کے متعلق فیصلہ کرے کہ وہ اچھا ہے اسے ہی روپیہ اور شہرت اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ پبلک کے دماغ میں اللہ تعالیٰ نے یہ مادہ رکھ دیا ہے کہ وہ محسوس کر لیتی ہے کہ قابلیت کس کے پاس ہے۔ اور اس لئے اس کا فیصلہ قابل قدر ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا فیصلہ وقتی ہیجان نہ ہو۔ بلکہ اس نے غور و تجربہ کے بعد حاصل کیا ہو۔ اور پبلک کا فیصلہ یہی ہے کہ جو عزت وہ کامیاب وجودوں کو دیتی ہے۔ وہی ایسے ناکام وجودوں کو دیتی ہے۔ جو استقلال کے ساتھ اپنے مقصود کے پیچھے پڑے رہیں۔ پبلک نے جس مقام پر سکندر اور رستم کو بٹھایا ہے اسی پر مجنوں۔ فرہاد اور پنجاب میں رانجھے کو بٹھایا ہے۔ یہ پبلک کا فیصلہ بتاتا ہے کہ انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ مادہ رکھا ہے کہ اس کے نزدیک استقلال کے ساتھ کسی چیز کے

پیچھے چلے بڑا ہی خوبی ہے۔ تو جو شخص

دن میں چالیس پچاس

مرتبہ عاجزانہ طور پر دعا کرتا ہے۔ کہ اللہ مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ اور کہتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے موت آجاتی ہے۔ تو اگر وہ یہ دعا اسی اخلاص سے کرتا ہے جس سے قیس نے لیلیٰ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ اسی محبت سے اللہ تعالیٰ کی بات کہتا ہے۔ جس سے فرہاد شیریں کو کرتا تھا۔ اسی خلوص کے ساتھ اپنے اندر تڑپ پیدا کرتا ہے جو ہیر کے لئے رانجھا کے دل میں تھی۔ تو گو وہ ناکام ہی رہے۔ اگرچہ الٰہی محبت کے رستہ میں انسان ناکام نہیں ہوا کرتا۔ لیکن فرض کر لو۔ وہ کامیاب نہ ہو۔ تو بھی اسی شہرت کا مستحق ہو جو سکندر کو حاصل ہے۔ رستم اور حاتم کو حاصل ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ ہزاروں لوگ جو روزانہ یہ دعا مانگتے ہیں۔ انہیں شہرت دوام کیوں حاصل نہیں ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہزاروں ہیں۔ جو دن رات یہی رٹ لگاتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی شہرت دوام کا مقام حاصل نہیں ہوا۔ بڑے بڑے لوگوں کو تو جانے دو۔ ان کو ما نجھے والا مقام بھی حاصل نہیں۔ جو صرف پنجاب کا چیرو تھا۔ اب غور کرو۔ کہ کیوں ایسا نہیں ہوتا۔ دنیا کیوں فیصلہ نہیں کرتی کہ یہ شخص بھی فرہاد اور رانجھے کے مقام پر ہے۔ کیا پہلوں نے دنیا کو کوئی رشوت دی ہوئی تھی۔ کہ ان کا نام تو مشہور ہو گیا اور ان کا نہیں ہوتا۔ ان کے واقعات سن کر لوگ رونے لگ جاتے ہیں۔

اچھے اچھے ثقہ آدمی

وہ قصہ گنگناتے ہیں۔ جن میں ان کے حالات بیان ہیں مگر یہ ان کے دروازے پر بیٹھا ہوا انسان جو دن رات اھدنا الصراط المستقیم کہہ رہا ہے۔ اور وہی نقل کر رہا ہے۔ جو قیس۔ فرہاد اور رانجھے نے کی تھی۔ مگر لوگ انہیں تو یاد کرتے ہیں۔ لیکن اس کا نام کوئی نہیں لیتا اور پھر کوئی یہ بھی نہیں کہتا کہ میاں تم قیس کو تو یاد کرتے ہو۔ فرہاد کی قدر کرتے ہو۔ مگر یہ کیا ان سے کم ہے کہ جو دن میں چالیس پچاس مرتبہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کہتا رہتا ہے۔ تم بڑے قیس۔ فرہاد اور رانجھے کو یاد کرتے ہو۔ اور اس نئے قیس۔ فرہاد اور رانجھے کا ذکر تک نہیں حالانکہ وہ تو عورتوں کے عاشق تھے۔ مگر یہ خدا کا عاشق ہے۔ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے نفس کو ٹٹولے۔ کہ وہ اس کا کیا جواب دے گا وہ یہی کہے گا۔ کہ ایک چھوٹا سا ہیرا شیشے کے بہت بڑے ٹکڑے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے بے شک یہ شخص کہتا ہے۔ کہ میں عاشق ہوں۔ مگر اس کے چہرے پر عشق کے وہ آثار نظر نہیں آتے۔ جو قیس اور رانجھا میں دکھائی دیتے ہیں۔ میں کیا کروں میرے اندر جو دماغی قابلیتیں ہیں۔ جب قیس کے واقعات سامنے آئیں۔ تو ان سے آواز آتی ہے۔ کہ یہ سچا ہے۔ جب فرہاد کا ذکر آئے۔ تو آواز آتی ہے۔ کہ وہ سچا ہے۔ خواہ عورتوں کے عاشق تھے۔ مگر عشق میں سچے تھے۔ مگر جب خدا کے اس عاشق کا ذکر ہو۔ تو میرے دل میں اس کے لئے کوئی عزت پیدا نہیں ہوتی۔ اگر واقعہ میں یہ خدا تعالیٰ کا عاشق ہوتا۔ تو دنیا کو اس سے متاثر ہونے میں کیونکر انکار ہو سکتا تھا۔ لیلیٰ سے ہماری کوئی رشتہ داری نہ تھی شیریں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ قیس اور فرہاد کے حالات پڑھ کر تو دل پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ تو ہمارا ہے۔ مگر اپنے اس خدا سے محبت کرنے والے کے متعلق ہمارے دلوں میں کوئی ٹیس نہیں اٹھتی۔ اسی وجہ سے کہ اس کی محبت بناوٹی ہے۔ اور حقیقت کے سامنے بناوٹ ٹھہر نہیں سکتی۔ شیشہ خواہ کتنا بڑا ہو۔ چھوٹے سے چھوٹا ہیرا جو قلم کی نوک پر لگا ہو۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ لیکن سچے دل سے اھدنا الصراط المستقیم کہنے والا فرض کرو ناکام بھی رہے تو بھی وہ بڑی بھاری چیز ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ ہم دیکھیں گے۔ کہ جو سچائی اسے ملی ہوئی ہے اس سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی سچائی خدا تعالیٰ نے اسے بتائی بھی تو ہوئی ہے۔ جب ہم خدا تعالیٰ سے یہ کہتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم تو اس وقت تک ہمیں کسی سچائی کا پتہ بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ تو دیکھنا یہ ہوگا۔ کہ اس دعا کے مانگنے والے کے پاس جو سچائی ہے۔ اس سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ اور مانگنے کا مستحق ٹھہر سکے جو شخص پہلی عطا کردہ سچائی سے تو فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور مزید مانگتا رہتا ہے۔ اس کی مثال اس بچہ کی سی ہے جس کی جھولی میں پھل پڑے ہیں۔ اور انہیں وہ کھا نہیں سکتا۔ مگر اور مانگتا جاتا ہے۔ اس کا پیٹ تو اتنا چھوٹا ہے کہ جو اس کے پاس ہے اسے بھی نہیں کھا سکتا لیکن حرص کی وجہ سے اس کا مطالبہ بڑھتا جاتا ہے۔ مگر کیا یہ کبھی ہوا ہے۔ کہ بچہ اسی طرح مانگتا جائے اور ماں تھالیاں اس کے سامنے رکھتی جائے وہ اسے اور نہیں دیتی۔ وہ جانتی ہے کہ اس کی خواہش جھوٹی ہے۔ ورنہ جو کچھ اسے دیا جا چکا ہے اسے کیوں نہیں کھاتا۔ اسی طرح سوال یہ ہے کہ جو شخص اھدنا الصراط المستقیم کہتا ہے اس کے پاس پہلے سے کوئی صداقت موجود ہے یا نہیں۔ کیا اسے معلوم نہیں۔ کہ سب مذاہب نے

سچ بولنے کا حکم دیا ہے

پھر کیا وہ سچ بولتا ہے۔ اگر نہیں تو اس کا اور مانگنا فضول ہے۔ اور تو اسے ملتا ہے۔ جو پہلی چیز ختم کرے۔ جو پہلی نعمت کو استعمال کرے۔ خدا تعالیٰ اسے اور دیتا ہے۔ لیکن جس کی یہ حالت ہو۔ کہ جو کچھ اسے ملے اس کو تو پیچھے پھینک دیتا اور اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ لیکن اور مانگتا جاتا ہے۔ تو وہ نادان بچہ کی طرح ہے جسے یا تو بہلا دیا جائے گا اور یا اگر وہ زیادہ شور کرے گا۔ تو ماں ایک تھپڑ اس کے منہ پر لگا دے گی۔ بیمار۔ جاہل اور ضدی بچے ہمیشہ ایسا کرتے ہیں۔ چیز مانگتے ہیں۔ اور اسے پھینک کر اور مانگنے لگتے ہیں۔ ایسا بچہ اگر تو بیمار ہو۔ تو ماں اسے بہلاتی ہے۔ اور اگر ضدی ہو تو تھپڑ رسید کر دیتی ہے۔ اسی طرح جو شخص پہلی سچائیوں پر عمل کئے بغیر اھدنا الصراط المستقیم کہے جاتا ہے۔ وہ اگر تو بیمار ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بہلا دیگا۔ لیکن اگر بیمار نہیں تو بجائے صراط مستقیم کے اسے تھپڑ بھیجے گا۔ اور کہے گا کہ نالائق تجھے اتنی چیزیں میں نے دے رکھی ہیں۔ ان کو تو استعمال کرتا نہیں اور مزید مانگتا جاتا ہے۔ مگر جو پہلی ملی ہوئی سچائی سے فائدہ اٹھا کر اور مانگتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی سچائی بھیجی جاتی ہے جس طرح ہمارا خدا غیر محدود ہے اسی طرح

صراط مستقیم غیر محدود ہے

اور خدا تعالیٰ کا وصال غیر محدود ہے۔ جو شخص کسی بھی مقام پر پہنچ کر یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے خدا تعالیٰ کو ایسا پا لیا۔ کہ آپ آگے قدم اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ جھوٹا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ انا سید ولد آدم یعنی میں سب انسانوں کا سردار ہوں۔ آپ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیٰ فتدلیٰ یعنی وہ خدا تعالیٰ کے قریب ہوا۔ اور اس نے انتہائی قرب کو پا لیا۔ اور پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہ اے رسول تو ان لوگوں سے کہدے۔ کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو میرے غلام بن جاؤ۔ خدا تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے اس انسان کو خدا تعالیٰ یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ رب زدنی علما کی دعا مانگا کرو۔ یعنی اے اللہ مجھے اپنا قرب اور عرفان اور زیادہ بخش تو انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی بھی مقام پر پہنچ کر یہ مت سمجھو کہ سب کچھ مل گیا۔ بلکہ رب زدنی علما کہو۔ اور دعا کرتے رہو۔ کہ اے خدا مجھے علم دین اور عرفان میں اور بڑھا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی ترقی کی گنجائش باقی ہے۔ تو اور کون ایسا انسان ہے جس کے لئے کوئی مقام بھی باقی نہ رہا ہو۔ ہر انسان کے لئے خواہ وہ کسی مقام پر ہو۔ مزید مانگنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اور جب تک انسان اس بات کو نہیں سمجھتا۔ کہ خدا تعالیٰ کے قرب کے لئے کوئی انتہا نہیں۔ تب تک وہ نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتا۔ جس نے یہ گمان کیا۔ کہ خدا تعالیٰ سے ملنے کی کوئی حد ہے۔ وہ یا تو پاگل ہے یا خدا تعالیٰ کا منکر ہے۔ جو

وصال الٰہی کی پہلی منزل

پر ہی ہے۔ تم سے بھی وصال تو حاصل ہے۔ لیکن اگر وہ اس پر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ تو وہ عاشق نہیں کہلا سکتا عاشق وہی ہے جو لیتا جائے اور مانگتا جائے۔ اور جو اسے ملے اسے دل میں جگہ دے۔ اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور پھر اور مانگتا چلا جائے عشق الٰہی کی یہی علامت ہے۔ کہ پہلی حاصل کردہ چیز کو اپنے دل میں جگہ دے اور پھر زائد کی درخواست کرے۔ جو شخص پہلی حاصل شدہ سچائی کو اپنے دل میں محبت سے جگہ دیتا ہے۔ اس کا حق ہے کہ اس کے بعد اور ہدایت کی درخواست کرے۔ حتیٰ کہ ہر روز مانگتا جائے۔ بلکہ ہر لمحہ مانگتا جائے۔ ایسا شخص اس زیادہ طلبی کی وجہ سے روز بروز خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا جائے گا۔ لیکن اگر پہلی کو پھینک کر اور مانگتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے تم سے تھپڑ رسید کیا جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کہے گا کہ نالائق پہلے جو کچھ تجھے دیا گیا ہے۔ اسے تو استعمال کرتا نہیں۔ اور اور مانگتا ہے۔ پس مومن کا فرض ہے کہ وہ دیکھے پہلی سچائی جو اسے ملی ہوئی ہے اسے وہ استعمال کر رہا ہے یا نہیں۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ ایک ادنیٰ نیکی سچ بولنا ہے۔ مگر تم میں سے کتنے ہیں۔ کہ جنہوں نے اسے اختیار کیا ہوا ہے اور جو اسے بھی اختیار نہیں کرتے۔ اور اسے اھدنا الصراط المستقیم کہتے رہتے ہیں۔ کیا ان کی مثال اس بچہ کی نہیں۔ جو پہلی حاصل شدہ چیز کو تو پھینک دیتا ہے۔ مگر اور مانگنے لگ جاتا ہے۔ وہ اس نیکی کو تو چھوڑتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ مجھے ہدایت دے میں نے کئی بار بتایا ہے کہ سچ بولنا چھوٹی سے چھوٹی نیکی ہے۔ اور اگر ہماری جماعت اسے ہی اختیار کرے۔ حتیٰ کہ دنیا میں ہر شخص یہ اقرار کرے کہ یہ جماعت سچی ہے۔ اور کوئی احمدی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تو ہمارا یہ ایک عمل ہی دوسرے ہزاروں عیوب کی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جماعت نے ابھی یہ بھی تو حاصل نہیں کی۔ ہزاروں آدمی بھی ایسے ہیں۔ جو

سچ کی تعریف

بھی نہیں سمجھتے۔ پچھلے دنوں ہی میں نے ایک خطبہ پڑھا تھا۔ وہ شاید ابھی چھپا ہے۔ یا نہیں۔ مگر

ابھی جو میں لاہور گیا۔ تو وہاں ایک دوست ایک واقعہ سنانے لگے۔ کہ فلاں شخص نے یوں جھوٹ بولا۔ گویا یہ کوئی بڑے فخر کی بات تھی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہ پچاس سال سے جماعت کو یہ سبق دیا جا رہا ہے۔ کہ سچائی ایک قیمتی جوہر ہے۔ جس کے بغیر کوئی نیکی نہیں۔ کوئی شخص صبح سے شام تک روزہ رکھے۔ اور ساری رات تہجد میں لگا رہے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ لیکن اگر اس میں سچائی نہیں۔ تو اس کی یہ ساری عبادتیں مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ تم چندے دے دے کر کنگال ہو جاؤ۔ تمہارے بیوی بچوں کے تن پر کپڑا نہ رہے۔ اور کھانے کو نہ ملے پچاس سال سے تم نے اس نیکی میں کبھی ناغہ نہ کیا ہو۔ لیکن اگر تمہارے اندر سچائی پیدا نہیں ہوئی۔ تو تمہارے دل میں احمدیت کا ایک ذرہ بھی نہیں۔ سچائی پہلی سیڑھی ہے۔ اور جو شخص پہلی سیڑھی پر قدم نہیں رکھتا۔ وہ دوسری پر نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو کہ چند نیکیاں ابتدائی ہیں۔ جب تک وہ حاصل نہ ہوں۔ کچھ نہیں مل سکتا۔ اور ان کے بغیر جو ملے گا۔ وہ ریا۔ مکر۔ فریب اور دھوکا ہوگا۔ اور سچائی ابتدائی نیکیوں میں سے ہے۔ جب تک یہ حاصل نہیں ہوتی۔ تم اور کوئی نیکی حاصل نہیں کر سکتے جس طرح پر خدا تعالیٰ نے ہدایات کا بہتا نیکی کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح سچائی ضروری ہے۔

مومن اور غیر مومن میں یہی فرق

ہوتا ہے کہ مومن سچا ہوتا ہے۔ کوئی شخص خواہ کتنی نمازیں پڑھے۔ نیکی کی ہر آواز پر لبیک کہے۔ لیکن اگر وہ سچائی پر قائم نہیں۔ تو اس کی نمازیں بے سود ہیں۔ اور اس کا خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہنا فریب ہے۔ کیونکہ دوسری سیڑھی پر وہی چڑھ سکتا ہے جو پہلی پر چڑھے۔ جو پہلی سیڑھی پر قدم رکھے بغیر سمجھتا ہے۔ کہ میں آخری پر پہنچ گیا ہوں۔ وہ پاگل ہے۔ اور اس کا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے۔ جیسا بعض پاگل بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ ہیں۔ پاگلوں میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اور ولی اللہ اور ملائکہ بھی۔ میں نے پاگل خانہ دیکھا ہے۔ بعض وہاں ایسے تھے۔ جو مہدی ہونے کے مدعی تھے بعض اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے۔ میں جب پاگل خانہ دیکھنے گیا۔ تو ایک پاگل نے میرے کان میں آ کر کہا۔ کہ میں ایڈورڈ ہفتم ہوں۔ یہاں سیر کے لئے آیا ہوا ہوں۔ مگر آپ یہ بات کسی کو بتائیں نہیں۔ جو ڈاکٹر میرے ساتھ تھا۔ اس نے بتایا کہ یہ ہر شخص کو اسی طرح کہتا ہے۔ تو کئی پاگل بادشاہ ہونے کے مدعی ہوتے ہیں مگر ہم چونکہ جانتے ہیں۔ کہ یہ پہلی سیڑھی بھی نہیں چڑھا۔ اس لئے اسے پاگل قرار دیتے ہیں۔ اگر پہلی منازل وہ طے کر چکا ہوتا۔ تو ہم اُسے پاگل نہ کہتے۔ بادشاہ کے لئے یہ کوئی ضروری تو نہیں۔ کہ وہ بادشاہ ہی کا بیٹا ہو۔ آخر عوام میں سے بھی تو بادشاہ ہوتے ہیں۔

نادر شاہ کسی بادشاہ کا بیٹا نہیں تھا۔ بلکہ اس کا باپ گڈریا تھا۔ جب اس نے ہندوستان کو فتح کیا۔ تو ایک روز دربار لگا ہوا تھا۔ اور درباریوں نے مشورہ کیا کہ مختلف خاندانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر نادر شاہ سے اس کے خاندان کے متعلق پوچھا جائے۔ اور چونکہ وہ کسی اعلیٰ خاندان سے نہیں۔ اس لئے بہت نادم ہوگا۔ چنانچہ اسی رنگ میں گفتگو شروع ہوگئی۔ نادر شاہ سمجھ گیا کہ مقصد کیا ہے۔ جن لوگوں کو

اللہ تعالیٰ ترقی دیتا ہے

انہیں ذہن رسا بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ بیٹھا مسکراتا رہا۔ آخر بات ہوتے ہوتے اس تک پہنچی۔ اور اس سے پوچھا گیا۔ کہ جناب کے باپ کا نام اور خاندانی حالات کیا ہیں اس نے تلوار نکال کر کہا کہ میرے باپ کا نام یہی ہے۔ یعنے تم میری تلوار کو دیکھ چکے ہو تمہیں میرے باپ کے نام سے کیا غرض۔ میں تمہیں فتح کر کے یہاں بیٹھا ہوں۔ اور جسے ذاتی جوہر حاصل ہو اسے والد کے جوہر کی کیا ضرورت ہے۔ بھلا اس بادشاہ کو جو اس وقت نادر شاہ کے غلام کی حیثیت رکھتا تھا۔ بابر اور ہمایوں کی اولاد میں سے ہونے کا کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اور نادر شاہ کو جس نے تلوار سے فتح حاصل کی تھی۔ اس بات سے کیا نقصان ہو سکتا تھا۔ کہ اس کا باپ گڈریا تھا۔ تو انسان ذاتی جوہر سے ہی ترقی کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر بادشاہ ہونے کا مدعی پہلی سیڑھیاں طے نہ کر چکا ہو۔ تو اسے پاگل کہا جائے گا۔ لیکن اگر وہ پہلے فتوحات حاصل کرے۔ اور پھر کہے کہ میں بادشاہ ہوں تو سب کہیں گے۔ ہاں حضور یقیناً بادشاہ ہیں تو پہلی سیڑھی کے بغیر دوسری کا خیال کرنا جنون ہے۔ اسی طرح سچائی پر قائم ہوئے بغیر جو شخص سمجھتا ہے۔ کہ میں مسلمان احمدی نیک اور ولی اللہ بن گیا ہوں۔ وہ پاگل ہے۔ کیونکہ وہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک سچائی کو اختیار نہیں کرتا۔ اور اس کے بغیر اگر کوئی روحانی دعوے کرتا ہے۔ وہ یا تو پاگل ہے۔ اور یا پھر دنیا کو دھوکا دیتا ہے سچائی ابتدائی نیکی ہے۔ اس کی تعلیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ سے پہلے اس کی تعلیم حضرت عیسیٰؑ دے چکے تھے۔ اور وہ بھی یہ تعلیم دینے نہیں آئے تھے۔ کیونکہ یہ بات ان سے بھی پہلے حضرت موسیٰؑ کہہ چکے تھے۔ اور وہ بھی یہ سکھانے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ ان سے بھی پہلے حضرت ابراہیمؑ یہ بات

کہہ چکے تھے۔ اور وہ بھی اس کے لئے نہیں آئے تھے۔ بلکہ یہ حکم ان سے پہلے حضرت نوحؑ بتا چکے تھے۔ اور حضرت نوحؑ بھی یہ بات بتانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ کیونکہ ان سے پہلے حضرت آدمؑ اس کا اعلان کر چکے تھے۔ گویا

انسان کی پیدائش کے وقت

سے اسے سچ بولنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور جو سچائی اس طرح سب دنیا میں متفقہ ہو وہ روحانیت کے لئے بطور بنیاد کے ہوتی ہے۔ اور اس کو خدا تعالیٰ نے روحانیت کے لئے ایسا ہی ضروری قرار دیا ہوتا ہے جیسا کہ جسم کے لئے ناک۔ کان وغیرہ ہندوستانی افغان عرب اور مغربی لوگوں کے لباس میں تو فرق ہو سکتا ہے۔ زبانوں میں فرق ہو سکتا ہے مگر ناک کان آنکھوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ یورپ کے رہنے والوں کے رنگ گورے ہوں۔ مگر آنکھیں ان کی بھی دو ہی ہوں گی۔ ان کے بال بھورے ہوں گے مگر یہ نہیں۔ کہ ناک سر کے پیچھے ہو۔ یہی چیزیں انسان کی شکل کہلاتی ہیں۔ اسی طرح روحانیت میں بھی بعض باتیں اس کی شکل میں شامل ہیں۔ جو چیز حضرت آدمؑ کے وقت انسان کو نہیں ملی۔ وہ روحانی جسم کا حصہ نہیں۔ بلکہ زائد نیکی ہے۔ روحانی جسم کو مکمل کرنے والی وہی چیزیں ہیں۔ جو آدم سے لے کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک ہی رہیں۔ اور ان میں سے ایک سچائی ہے۔ جس طرح آدمؑ سے لے کر اس وقت انسانوں نے بہت ترقیات کیں۔ مگر آنکھیں اب بھی دو ہی ہیں اسی طرح کئی عبادات قائم ہوئیں اور کئی منسوخ ہوئیں۔ کسی نبی نے شراب کو جائز رکھا اور کسی نے حرام کر دیا۔ کسی نے نماز کا طریق کوئی بتایا اور کسی نے کوئی۔ مگر اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کہ ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے۔ ہر نبی یہی کہتا آیا ہے کہ ہمیشہ سچ بولو۔ پس جو چیز روحانیت کے لئے بمنزلہ آنکھ ہے۔ اسے ترک کر کے انسان کبھی روحانی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ جس کی آنکھیں نہ ہوں وہ جرنیل نہیں بن سکتا کشتی تو شاید وہ کچھ نہ کچھ کر بھی لے۔ مگر جرنیلی نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح روحانیت کے میدان کا شہسوار لولا لنگڑا اندھا نہیں ہو سکتا۔ سچائی روحانیت کے جسم کا حصہ ہے۔ جو اسے چھوڑتا ہے وہ روحانیت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو ایسا سمجھتا ہے۔ وہ فریب خوردہ ہے اور بے وقوفوں کی جنت میں آباد ہے۔ ہماری جماعت کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کونسا وقت آئے گا۔ جب وہ یہ خیال کریں گے کہ ہم ہمیشہ سچ پر قائم ہو جائیں گے۔ بیشک جن لوگوں میں

سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم سب سے احمدی ہوئے ہیں۔ اس وقت سے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ مگر یہ تو کافی نہیں سوال تو یہ ہے کہ جماعت میں سچائی قائم کرنے کے لئے تم نے کیا کوشش کی ہے۔ اگر سارے دوست سچائی پر قائم ہو جائیں۔ تو قضاء میں کوئی مقدمہ آئے ہی نہیں۔ اور کوئی آئے بھی تو ایسا جس میں غلط فہمی ہو گئی ہو۔ اور ایسے معاملہ کا فیصلہ کرنا قاضی کے لئے بالکل آسان ہوتا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ بات نہیں۔ مقدمات میں ایسے ایسے گواہ پیش ہوتے ہیں جن کے متعلق ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ گو بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ جو غلط فہمی کی وجہ سے غلط بات کہہ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم میں ایک شخص بھی ایسا ہے۔ کہ جو جھوٹ بولتا ہے۔ تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کو سرطان کی بیماری ہو۔ اور اس کا مقابلہ کرنا تمہارا فرض ہے۔ پس یہ وعدہ کرو کہ آئندہ نہ تو خود جھوٹ بولو گے اور نہ ہی اپنی اولاد اور محلہ والوں کو بولنے دو گے۔ اور جب تم اپنی اولادوں کو جھوٹ سیکھنے ہی کا موقع نہ دو گے۔ تو جھوٹ کہاں رہ جائے گا۔ بعض بچوں کو جونکیں چمٹ جاتی ہیں تو سارا گھر باری باری نکالنے بیٹھتا ہے۔ حتیٰ کہ چن چن کر سب کو مار دیتے ہیں۔ بلکہ مکھیوں کی بھی تلاش کر کے ختم کر دیتے ہیں۔ اسی طرح تم جھوٹ کو ختم کرو۔ جس طرح دیوانے کتے کی تلاش کر کے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تم جھوٹ کو سانپ اور بچھو کی طرح زہر ہلاہل سمجھو بلکہ ان سے بڑھ کر جھوٹ کو۔ اگر تم ایسا کرو تو چھ ماہ کے اندر اندر جماعت سے جھوٹ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ہر شخص یہ سمجھے گا کہ اگر اس جماعت میں رہنا ہے تو جھوٹ چھوڑنا پڑے گا۔ اور جب جھوٹ گیا۔ تو باقی گناہ بھی نہیں رہ سکیں گے۔ یعنی تمہارے اندر طاقت پیدا ہو جائے گی۔ کہ دوسرے گناہوں کو بھی دبا دو۔ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ قابلیت رکھی ہے کہ وہ سچائی کی مدد سے ہر گناہ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ پھر ایک دفعہ توبہ کر کے ہماری جماعت جھوٹ کا کیوں خاتمہ نہیں کر دیتی۔

درخواستہائے دعا

(۱) ہمشیرہ محترم عنایت اللہ صاحب نسیم بنگلور کی طبیعت بالکل بگڑ گئی ہے (۲) سید صمصام الدین احمد صاحب معلم اڑیسہ کی اہلیہ اور بچے بیمار ہیں۔

(۳) شیخ محمد صاحب نابینائی درویش کی بیوی عرصہ سے بیمار چلی آ رہی ہیں۔

(۴) خان حشمت علی صاحب کا بیٹا بیمار ہے

احباب ان سب بیماروں کی صحت عاجلہ کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

آزادی اور اس کے پانچ تقاضے

از جناب مولانا ابو العطاء صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین ربوہ نزیل قادیان

سوتنترتا یا حریت ہر انسان کا حق ہے۔ ہر ملک کے باشندوں میں آزادی کا جذبہ موجود ہے۔ غیر ملکی طاقتیں اپنی قوت، اپنے مکر و فریب اور اپنی تدبیروں سے ایک عرصہ تک اس جذبہ کو دبا سکتی ہیں۔ مگر وہ اس کو کلیۃً فنا نہیں کر سکتیں انسانی فطرت آزادی چاہتی ہے۔ غلامی سے انسان کو طبعی طور پر نفرت ہے۔ فطرتی آواز کو زیادہ دیر دبایا نہیں جا سکتا۔ جس طرح ہوا کے بہاؤ کو بند نہیں کیا جا سکتا۔ سمندر کی موجوں اور لہروں کو روکا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح آزادی کے مطالبہ کو کچلا نہیں جا سکتا۔ اسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ حکمران اور اقتدار پسند طاقتوں کو آخر کار آزادی کے مطالبہ پر جھکنا پڑتا ہے۔ آج دنیا کے غلام ممالک کی زنجیریں آہستہ آہستہ کٹ رہی ہیں۔ اور بدیشی استبداد کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ جب ساری قوموں کے حق خود اختیاری کو عملاً تسلیم کیا جائے گا۔ اور ہر ملک اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے میں آزاد اور سوتنتر ہوگا۔

آزادی حاصل کرنے کے بعد آزاد ممالک کے باشندوں کی ذمہ داریاں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ وہ ملک کی اقتصادی خوشحالی ملک کے باشندوں کی اخلاقی و تعلیمی ترقی اور امن و امان کے قیام کے سلسلہ میں خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔ پہلے وہ کہہ دیتے تھے اور دوسرے لوگ بھی اس کو تسلیم کر لیتے تھے کہ ملک میں جو گرانی، قحط اور پست حالت موجود ہے۔ وہ بدیشی گورنمنٹ کی وجہ سے ہے۔ ملک کے باشندوں کی اخلاقی گراوٹ اور تعلیمی پسماندگی بھی غیر ملکی سلطنت کی طرف منسوب کر دی جاتی تھی۔ اگر کہیں فرقہ وارانہ فساد ہوتا تھا تو ہر زبان پر یہی ہوتا تھا۔ کہ بیرونی طاقت ملک میں خانہ جنگی کروا کر امن کو برباد کرتی ہے۔ اور اپنی حکومت کو قائم رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن جب کوئی ملک آزاد ہو جاتا ہے اور اس ملک کے باشندے زمام اقتدار کو سنبھال لیتے ہیں۔ اور حکومت پر ان کا قبضہ ہوتا ہے۔ تو یقیناً ہر قسم کی بدحالی، بداخلاقی، پسماندگی اور ہر خرابی کی ذمہ داری اہل ملک کے سر ہوتی ہے۔ اور اب کسی غیر ملکی طاقت کی طرف ان عیوب کو منسوب کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ہوگا۔

آزادی کسی چیز کا نام نہیں ہے۔ کہ انسان [illegible]ں اور ضابطۂ اخلاق سے آزاد ہو جائے اور وہ دوسروں کے حقوق کو تلف کر کے اپنی مرضی کو پورا کرنے کے لئے آزاد ہے۔ یہ آزادی کہ مادر پدر آزادی ہے۔ ملک کا کوئی بھی خواہ اس قسم کی آزادی کا حامی نہیں ہو سکتا۔ یہ شتر بے مہار آزادی ملک و قوم کے لئے ایک مہلک چیز ہے۔ آزادی کا صحیح مفہوم یہ ہے۔ کہ ملک کے باشندوں کو اپنے ملک کے بہترین مفاد کے لئے اپنی مرضی اور فیصلہ کے مطابق کام کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ ظاہر ہے کہ اس آزادی کے حصول سے اہل ملک کی ذمہ داریاں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ کیونکہ آزاد سلطنت اپنے تمام افراد سے بہت سے مطالبے کرتی ہے۔ اور آزادی اپنے ساتھ بہت سے تقاضے لاتی ہے۔ ان تقاضوں کو پورا کئے بغیر آزادی سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اور نہ ہی حقیقی معنوں میں آزاد سلطنت کا قیام ہو سکتا ہے۔ بنیادی طور پر آزادی کے تقاضے مندرجہ ذیل ہیں۔

اول - آزاد ملک کے شہریوں میں بلند حوصلہ، اعلیٰ کردار اور وسیع رواداری ہونی چاہئے۔ جس ملک کے شہری کم حوصلہ ہوں۔ ان کا کردار پست ہو۔ ان میں رواداری کا فقدان ہو۔ وہ ملک اگر آزاد بھی ہو جائے تب بھی دیر تک اپنی آزادی کو قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ آزادی سے حقیقی معنوں میں فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ آزاد ملکوں کے آزاد شہری حوصلہ مند انسان ہوتے ہیں وہ نظریات اور خیالات کے اختلاف کو برداشت کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ اور باہم رواداری سے برتاؤ کرتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ اپنے شہریوں کی تعلیم اور تربیت ایسے رنگ میں کرے۔ جس سے وہ آزاد شہری بن سکیں اور آزادی کے اس اولین تقاضے کو باحسن وجوہ پورا کر سکیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جب شہریوں میں رواداری نہ ہوگی وہ باہم لڑتے رہیں گے۔ اور اس ملک میں ہر آن فرقہ وارانہ آگ مشتعل رہے گی۔ افراد بھی ترقی سے محروم رہیں گے اور حکومت بھی لوگوں کے جھگڑوں کو چکانے میں رات دن الجھی رہے گی۔ پس آزادی کا بنیادی اتقاضا یہ ہے۔ کہ آزاد ملک کے شہری وسیع المشرب اور روادار ہوں تنگ نظری اور تنگ ظرفی سے سخت بیزار ہوں۔

دوم - آزادی کا دوسرا بنیادی تقاضہ یہ ہے۔ کہ ملک کے ہر شہری کے لئے کھانے کے لئے خوراک، پہننے کے لئے کپڑے، اور رہائش کے لئے مکان کا انتظام ہونا ضروری ہے۔ انسان کی دماغی اور روحانی قوتوں کے نشو و نما پانے کے لئے لازمی ہے کہ انسان ابتدائی ضروریات کے بارے میں مطمئن ہو۔ اسلام نے یہ تینوں ضروریات حکومت کے ذمے ڈالی ہیں۔ اچھی حکومت کی یہ علامت ہے۔ کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ اس کی سلطنت میں کوئی شخص بھوکا ننگا اور بے مکان نہ ہو۔ ہماری یہ مراد نہیں کہ لوگ تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں۔ اور حکومت ان بے کاروں کے لئے روٹی فراہم کرتی پھرے۔ بلکہ ہماری مراد یہ ہے۔ کہ حکومت ایسا انتظام کرے کہ ملک کا ہر کام کرنے کے قابل آدمی اپنی قابلیت سے ملک کو فائدہ پہنچائے اور خود بھی فائدہ اٹھائے البتہ جو لوگ انتہائی بڑھاپے یا بیماری وغیرہ کے باعث کام کرنے کے قابل نہ ہوں حکومت کا فرض ہے۔ کہ ان کے احساس خودداری کو قائم رکھتے ہوئے ان کے لئے مناسب معاش کا بندوبست کرے۔ بہرحال آزاد شہریوں کے لئے ان کی حکومت کھانے، رہنے اور پہننے کا انتظام کرے اور آزاد شہری اپنی سلطنت کے ساتھ اس بارے میں پورا پورا تعاون کریں۔

سوم - آزادی کا تیسرا تقاضہ یہ ہے کہ ملک کی ساری آبادی کو بنیادی تعلیم دی جائے۔ اور آئندہ نسل کے ہر بچے کی دماغی قوتوں کو پورے طور پر بروئے کار لانے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ عام تعلیمی امور میں رہنمائی اور امداد کے علاوہ آزاد حکومت کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ اپنے شہریوں کی صنعتی ترقی کا خاص خیال رکھے۔ آزادی کا تقاضا ہے کہ عوام کی ایسی تعلیمی اور صنعتی تربیت کی جائے کہ ملک خود کفیل ہو جائے۔ اور اسے اپنی ضروریات کے لئے دوسرے کسی ملک کا دست نگر نہ ہونا پڑے۔ یہ ایک مسلّمہ سچائی ہے کہ صنعتی استقلال کے بغیر کوئی ملک حقیقتاً آزاد ہو ہی نہیں سکتا۔ صنعتی تعلیم کے ذریعے ملک سے بے کاری بھی دور ہوگی اور ملک کی سب ضروریات خود اسی ملک سے پوری ہوں گی۔ صنعتی تعلیم اپنے وسیع مفہوم کے لحاظ سے زراعتی اور دفاعی امور سے تعلق رکھنے والی ایجادات اور طریقوں کے علم پر بھی حاوی ہے۔ گویا آزادی کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ملک کا ہر بچہ تعلیم یافتہ نہ ہو جائے۔ ملک کا ہر ہاتھ کام پہ نہ لگ جائے۔ اور ملک کا ہر دماغ سوچنے کا عادی نہ بن جائے۔ بہرحال تعلیم کی ترویج اور علوم کی اشاعت آزادی کا بنیادی تقاضا ہے۔

چہارم - آزادی ایک قیمتی موتی ہے اور آزاد سلطنت خداوند تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ آزادی کا طبعی تقاضا ہے۔ کہ اس کی قدر کی جائے اور ملک کے تمام باشندے اس آزادی کی حفاظت کے جذبہ سے سرشار ہوں۔ یہ تقاضا تبھی پورا ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہر فرد کو اس نعمت کا پورا پورا احساس ہو۔ اور وہ اس کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے پر آمادہ ہو۔ مجموعی طور پر اس فرض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی کہ آزاد سلطنت کے پاس مضبوط اور جدید اسلحہ سے مسلح فوج ہو۔ ایسی فوج ملک کے وفادار نوجوانوں سے مرکب ہوگی۔ جو اپنے ملک کی خاطر ہر قربانی کے لئے کمربستہ ہوں اور تمام ملکی سرحدوں کو جان دے کر بچانے کا عزم رکھتے ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں طاقتور سلطنتیں ہی اپنی آزادی کو محفوظ رکھ سکتی ہیں کمزوروں کی آزادی کوئی آزادی نہیں۔ وہ آج بھی غلامی سے بدل سکتی ہے۔ اور کل بھی بدل سکتی ہے۔ پس آزادی کا تقاضا ہے۔ کہ اس کی حفاظت ملک کے بہترین دماغوں، بہترین ہاتھوں اور بہترین بازوؤں سے کی جائے کوئی عقلمند آزاد ملک آزادی کے اس بنیادی تقاضے سے غافل نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ غفلت کرے گا تو قدرت کا دائمی قانون اپنا کام کرنے سے رک نہیں سکتا۔

پنجم - آزادی کا پانچواں تقاضا یہ ہے کہ آزاد افراد کے حقوق ہر طرح سے محفوظ ہوں ملکی نظام ایسے طرز پر چلایا جائے کہ کبھی طبقہ کو جائز رنگ میں یہ شکایت پیدا نہ ہو کہ ہم سے بے انصافی ہو رہی ہے۔ ملک کا قانون سب کے لئے یکساں ہو کسی قسم کے طبقاتی تفاوت کو برداشت نہ کیا جائے۔ اور بہ حیثیت انسان سب کو برابر درجہ حاصل ہو۔ عدالتوں سے انصاف کے حصول میں کوئی دقت نہ ہو۔ اور کسی شخص کو دادرسی سے محروم نہ کیا جائے۔ جس ملک میں یہ حالت پیدا نہ ہو۔ وہ دراصل غلام ہی ہے خواہ وہ اپنی آزادی کے کتنے بلند بانگ اعلان کرتا ہے۔

حکومت - اور - رعایا

از مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف شاہد پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ و ایڈیٹر ماہنامہ خالد ۔ حال نزیل قادیان)

جمہوریت کا پہلا اصول یہ ہے کہ حکومت عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ کی جاتی ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ جب عوام کے نمائندے حکومت کرتے ہیں تو حکومت عوام کی ہی ہوگی ۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عوام کے منتخب نمائندے کبھی عوام کے مفاد کو ملحوظ خاطر نہ رکھیں ۔ اس صورت میں باوجود اس کے کہ وہ عوام کے ہی منتخب کردہ ہیں عوام ان سے شاکی ہوتے ہیں ۔ دوسری طرف عوام کے منتخب نمائندے بھی شاکی ہوتے ہیں ۔ کہ عوام انہیں تنگ کرتے ہیں اور کام نہیں کرنے دیتے ۔ آپ نے بیشتر ایسی شکایات اخبارات میں پڑھی ہونگی ۔ لیکن اس بارہ میں اسلام نے ہمارے لئے ایک سنہری اصل ارشاد فرمایا ۔ اسلام میں حکومت انتخابی ہے ۔ لیکن طریق انتخاب کے بارہ میں فرمایا کہ جب تم کسی عہدہ دار کو منتخب کرو تو دیکھو کہ تمہارا ووٹ ملک و قوم کی امانت ہے ۔ تمہارے پیدا کرنے والے کی امانت ہے ۔ تم یہ امانت کسی دیانت دار کسی امین (امانت کو محفوظ رکھنے والے) کے سپرد کرو ۔ تم کسی اہل آدمی کو ووٹ دو لیکن کیا آج ہمارے سارے الیکشن برادریوں دھڑے بندیوں کی بناء پر نہیں لڑے جاتے اور ظاہر ہے کہ جب کسی برادری یا دھڑے کا نمائندہ منتخب ہوگا ۔ تو بہرحال وہ غیر جانبدار نہیں ہو سکتا ۔ جو کہ کسی عہدیدار کے لئے سب سے پہلی شرط ہے ۔ پس جب ہمیں یہ حق دیا گیا ہے ۔ کہ تم اپنے نمائندوں کے ذریعہ حکومت کرو ۔ تو ہمارا پہلا فرض ہے کہ اپنے اس حق کا صحیح استعمال کریں ۔ ہم ووٹ اہلیت کی بناء پر کسی کو دیں دھڑوں اور گروہوں کی بجائے دیانتدار محنتی ۔ غیر جانبدار اور مستحق شخص کو اپنا نمائندہ منتخب کریں ۔ اگر ہم صرف ایک اس اصل کو ہی مضبوطی سے تھام لیں اور اس پر عمل کرنا شروع کر دیں ۔ تو ہم ایک جناؤ میں ہی اپنے ملک و ملت میں انقلاب پیدا کر دیتے ہیں ۔

—— ۲ ——

جب حکومت آپ کی اپنی ہے ۔ اور (Government by People) کا اصل کارفرما ہے ۔ تو ہمیں اپنے سماج اور اپنے ماحول کی اصلاح کرنا چاہیئے ۔ حکومت ہمارے بھائی بندوں نے کرنی ہے ۔ اگر ہم اچھے ہوں گے تو وہ بھی اچھے ہوں گے ۔ لیکن اگر ہم نے سماج کو صحیح اصولوں پر نہیں چلایا تو ہم میں سے نکل کر آگے جانے والے کس طرح بہتر ہو سکتے ہیں ۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ مشہور ہے کہ اسمبلی کیلئے کھڑے ہونے والے ایک امیدوار اپنے ووٹروں کے پاس گئے اور اُن سے ووٹوں کی بھیک مانگی ۔ ووٹروں نے کہا کہ ہم تم کو ووٹ نہیں دیں گے . . . . تے ۔ کیونکہ تم شراب نوشی کرتے ہو ۔ اس پر امیدوار نے کہا کہ اچھا جو تم میں سے شراب نہیں پیتا وہ مجھے ووٹ نہ دے ۔ اب کون کہتا کہ میں نہیں پیتا ۔ حکومت کو پانی پی پی کر کوسنے والے غور کریں کہ جب تم خود اپنے نمائندے منتخب کرتے ہو ۔ اور وہ تم میں سے ہی ہیں تو جو چیز چشمہ میں نہیں ہے وہی گلاس میں کس طرح آ سکتی ہے ۔ پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ اگر ہم حکومت یا ملک کی کوئی خدمت کرنا چاہتے ہیں ۔ تو اپنے سماج کو رشوت بددیانتی ۔ تن آسانی ۔ جنبہ داری ۔ خویش پروری سے پورے طور پر پاک کریں تاکہ اس سماج کا کوئی فرد حکومت کے لئے چنا جائے گا ۔ پس ہماری حکومت اس صورت میں بہتر ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے سماج کی اصلاح کریں ۔

—— ۳ ——

تیسری چیز یہ ہے کہ ہم مخالفت برائے مخالفت نہ کریں ۔ ہم حکومت کی غلطیوں کی طرف اُسے توجہ تو دلائیں ۔ لیکن اصلاح کی غرض سے نہ کہ فتنہ کی نیت سے ۔ ہم اس بات کو زبان پر نہ لائیں جو اصلاح کی بجائے ملک میں فساد پیدا کرنے والی ہو چاہے وہ بہتر بات ہی کیوں نہ ہو ۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ ذمہ داری اس پریس پر عائد ہوتی ہے ۔ لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک ہم آزاد پریس کے نعرے تو لگاتے ہیں ۔ لیکن آزاد پریس کے ضروری اوصاف سے ہم محروم ہیں ۔ خدمت سے مکمل تعاون حکومت کی کامل اطاعت اسلام کا ایک زرین اصول ہے ۔ حکومت پر بے جا تنقید ۔ اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے حکومت کے عہدیداروں پر کیچڑ اچھالنا یہ نہ کسی مذہب میں جائز ہے نہ اخلاق کا کوئی ضابطہ اس کی اجازت دیتا ہے ۔ نہ یہ کسی رنگ میں بھی ملک و ملت کی خدمت ہے ۔

—— (۴) ——

اس کے مقابل حکومت کا یہ سب سے بڑا فرض ہے جو اسلام کی الہامی کتاب قرآن پاک میں موجود ہے ۔ کہ حکومت عدل کے ساتھ اپنے فرائض سر انجام دے ۔ فرمایا ۔ "و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل" خواہ کوئی فاضل کبھی حکومت کے سامنے ہو وہ عدل کو کسی قیمت پر سے نہ جانے دے ۔ وہ افراد کے بارہ میں کوئی نوٹ دینا چاہے یا صوبوں کے درمیان اختیارات کو تقسیم کرنا چاہے یا مختلف فرقوں کے درمیان کسی آویزش کو حل کرنا چاہتی ہے ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی حکومت کی بنیاد "عدل" پر رکھے ۔ حکومت کے سامنے اُس وقت یہ نہ ہو ۔ کہ اس تنازعہ کا کوئی فریق اُس کا ہم مشرب نہیں ہے ۔ یا وہ سیاسی طور پر اکثریتی پارٹی (جو حکومت کر رہی ہے) کا مخالف ہے ۔ یا الیکشن میں اس نے اُسے ووٹ نہیں دیا تھا ۔ یا اُس کی ذاتی مخالفت یا پسند بھی اُس کے انصاف میں آڑے نہ آئے ۔ قرآن پاک میں فرمایا ۔ "تمہیں کسی کی دشمنی اُس کے بارے میں ناانصافی پر آمادہ نہ کرے ۔ تم ہر حالت میں عدل کا خیال رکھو" ۔ حکومت کا ہر عہدیدار جب حکومت کی کرسی پر بیٹھے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ فلاں کا نمائندہ ہے ۔ وہ صرف یہ سوچے کہ وہ اس ملک کا نمائندہ ہے ۔ وہ کسی خاص فرقہ یا کسی خاص برادری یا کسی خاص گروہ کا نمائندہ نہیں ہے ۔ اُس کا فرض ہے کہ اب حکومت کے تمام امور میں "انصاف" کو سر فہرست رکھے ۔ اُس کا یہی مطمح نظر ہونا چاہیئے ۔

انصاف - انصاف - انصاف

—— (۵) ——

پانچویں بات جو حکومت کے فرائض میں داخل ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح ایک فرد اخلاق کا پابند ہے اسی طرح حکومت بھی اخلاق کی پابند ہے ۔ موسولیان فرانسیسی نے علم نفسیات پر بعض رسائل میں بحث کی ہے ۔ کہ بعض باتیں جو فرد روا نہیں سمجھتا وہ قومیں جب مجموعی طور پر پہنچتی ہیں تو وہ ناروا کو روا سمجھنے لگتی ہیں ۔ اس ضمن میں کسی نے ایاز کی مثال دی ہے کہ ایاز بڑا بننے کے بعد بھی اپنی گدڑی کو پہن کر ہر روز آئینہ دیکھتا اور کہتا ایاز تو یہ تھا اس کو نہ بھولیو ۔ پس اپنی قوت فکر کو صحیح رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم فرد کی سطح پر ہی سوچیں اور اپنا محاسبہ کریں ۔ حکومت کے عہدیدار حکومت کی کرسی پر بیٹھ کر اخلاقی ضابطوں سے آزاد نہیں ہونے چاہئیں ۔ بلکہ وہ اس سے اور زیادہ پابند ہونے چاہئیں ۔

اور آخر میں یہ عرض کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ آزادی کی نعمت سے لطف اندوز ہونے والو آؤ ہم سب اپنے نفسوں کا محاسبہ کریں دوسروں کو اُنکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانے کی بجائے اپنا محاسبہ کریں ۔ رعایا یہ دیکھے کہ کیا وہ اپنے فرائض ادا کرتی ہے ۔ اور حکومت یہ دیکھے کہ وہ اپنے فرائض ادا کر رہی ہے ۔ ایک دوسرے میں نقائص تلاش کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی خوبیاں دیکھنی چاہئیں ۔ اور نقائص اپنے اپنے تلاش کر کے اُن کی اصلاح کریں ۔ ہم یہ دیکھنے کی بجائے کہ وہ اپنے فرائض ادا کر رہا ہے یا نہیں یہ دیکھیں کہ ہم اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں یا نہیں ؟

آزادی کے پانچ تقاضے بقیہ صفحہ ۹

آزادی کا تعلق اینٹ اور گارے کے مکانات سے نہیں ہے بلکہ انسانوں کے دماغوں اور دلوں سے ہے جب تک انسان کا دماغ اس پہلو سے مطمئن نہ ہو کہ اسکی انسانیت کو داغدار نہ کیا جائیگا اور اگر کوئی اس پر ظلم کرتا ہے تو اس ظلم کے ازالہ اور اپنے حقوق کے حصول میں اسے کوئی دقت نہیں ہوگی ۔ بلکہ وہ آزاد حکومت کی آزاد عدالتوں سے بلا روک ٹوک ایسا انصاف حاصل کر سکتا ہے جس کی بنیاد سچائی اور دیانت پر ہوگی ۔ اس میں کسی قسم کی رو رعائت نہ کی جائیگی ۔ اس طرح کوئی شخص پورے طور پر اپنی آزادی کو محسوس نہیں کر سکتا جب تک اس کا دل اس یقین سے لبریز نہ ہو ۔ کہ میرے عقائد ، میرے جذبات اور میرے پُر تکلف اعمال میں میری کسی طرح دلشکنی نہ کی جائیگی بلکہ مجھے عقیدہ رکھنے ، عقیدہ کے اظہار کرنے اور عقیدہ پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی ہوگی جب انسان دل اور دماغ کے لحاظ سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اسے اپنی آزادی بطور حقیقت واقعیہ محسوس ہونے لگتی ہے ۔ تو یقیناً وہ انسان آزاد ہوتا ہے اسکی نظر نہ آنیوالی زنجیریں کٹ جاتی ہیں اور ایسے انسانوں سے آباد ملک صحیح معنوں میں آزاد ملک ہوتا ہے کیونکہ آزادی کے تقاضے اس ملک میں پورے کئے جاتے ہیں ۔ آزادی کوئی لفظ نہیں جسے بولا اور سنا جاتا ہے بلکہ آزادی ایک حقیقت ہے جس کا اولین احساس انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ اسکے سارے ماحول پر کیا جاتا ہے مبارک ہیں وہ آزاد سلطنتیں جو آزادی کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں ۔

مسلمان ۔ کانگرس ۔ اور حکومت

مسلمان بغاوت طبع نہیں۔ بلکہ اس سے طبعاً متنفر ہیں۔ بھارت کی آزادی کے سات سالہ دور میں ان کا ریکارڈ نہایت شاندار ہے بیشک متعصب طبقہ نے ان کو ہر طرح ہراساں کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں نے راہ راست کو ترک کرنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ حکومت سے وفاداری اور اس کے احکام کی اطاعت کا ہی رویہ اختیار کئے رکھا۔ چونکہ مسلمان بطور شہری اپنے فرائض کما حقہٗ ادا کر رہے ہیں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق دیئے جانے میں بھی کسی قسم کی تاخیر اور روکاوٹ نہ ہو۔ پنڈت نہرو جیسے رہنما اور کانگریس جیسی مساوات و رواداری کی حامی جماعت نے اس نہج پر بہت کچھ کیا ہے لیکن ابھی کئی امور میں مسلمانوں کے حقوق ان کو حاصل نہیں۔ اور اس وجہ سے ان کو تشویش لاحق ہے۔ آئین ہر طرح سے مساوات کا حامی ہے۔ لیکن عملاً بہت سی مشکلات حائل ہو جاتی ہیں۔ ارباب حل و عقد کی مسلسل مساعی اور عوام کی بڑھتی ہوئی تعلیم اور روشن دماغی اور وسعت قلبی اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ مسلمانوں کی ان تمام مشکلات کے بادل چھٹ جائیں گے مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ حوصلہ نہ ہاریں۔ صبر کا دامن چھوٹ چھوٹ جانے پر بھی اسے نہ چھوڑیں۔ استقلال اور محنت اور پھر توکل سے کام لیں۔ اب ہم ذیل میں مسلمانوں کی بعض مشکلات کا ذکر حکومت و کانگریس کی توجہ کے لئے کرتے ہیں۔

(۱) جناب پنڈت نہرو جی نے بار بار فرقہ پرستی اور متعصب طبقہ کی مذمت کی ہے۔ چنانچہ آپ نے آخر جولائی میں بیان فرمایا۔ کہ اگر فرقہ پرستوں کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور دیدی جائے تو ملک میں زبردست انتشار پیدا ہو جائے۔ وہ ہمیشہ یہاں اور وہاں لڑائی جھگڑے کرتے ہیں۔ اور اپنی اغراض کے لئے عوام کو استعمال کرتے ہیں۔ (الجمعیۃ ۷/۵۴-۳۰)

الہ آباد میں آپ نے فرمایا:۔

"ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ ملک کے لئے بہت زیادہ تباہ کن کام کر رہی ہیں۔ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ یہ ملک کی دشمن ہیں انہیں ملک کی ترقی اور خوشحالی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ان کی سرگرمیاں ہندوستان کی شان اور اتحاد کے خلاف ہیں۔ ۔۔۔ مذہب کے نام پر لوگوں کو بھڑکانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ ان جماعتوں کی باتوں میں نہ آئیں؛

نیز چند روز قبل آپ نے پٹھانکوٹ میں فرمایا "ہندوؤں اور سکھوں کا نفاق سارے ملک میں تباہی کا موجب بنے گا۔"

نیز فرمایا۔ "بعض غیر ذمہ دار اور بیہودہ عناصر ایسی حرکات کرتے ہیں جنہیں غداری کے سوائے اور کوئی نام ہی نہیں دیا جا سکتا ۔۔۔۔۔۔ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ۔ ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ ۔۔۔۔۔ اپنی سرگرمیوں کو فرقہ دارانہ جھگڑے اور انتشار پیدا کرنے پر ہی مرکوز رکھتی ہیں ۔۔۔۔۔ (ان کی طرف سے) مکروہ سرگرمیاں کی جا رہی ہیں۔ جن سے ۔۔۔۔ منافرت اور نفاق پھیل رہا ہے۔" (پرتاپ ۸/۵۴-۸)

مسلمانوں کے دل میں بار بار یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ فساد طبع عناصر تقسیم ملک سے فساد پیدا کرنے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں جن سے منافرت و نفاق پھیل رہا ہے۔ اور وہ ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کہ جن کو سوائے غداری کے اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ تو کانگرس اور حکومت نے ان جماعتوں کو آڑے ہاتھوں کیوں نہیں لیا۔ اور اب تک حکومت کی مشینری ان کے خلاف حرکت میں کیوں نہیں آئی۔ جبکہ سید بدر الدجیٰ والی پارٹی نے علی گڑھ میں عملاً کوئی باغیانہ قدم نہ اٹھایا تھا اور ان کے خلاف فوراً سخت کارروائی کی گئی؟ صوبائی اور مرکزی حکومتوں اور کانگریس کمیٹیوں کو اس بارہ میں غور کرنا چاہیئے۔

(۲) مسلمانوں کی ملازمتوں میں حق تلفی ہوتی ہے۔ چنانچہ وزیر اعلیٰ دہلی سٹیٹ نے ایک سوال کے جواب میں بتایا تھا کہ اس سٹیٹ میں تقسیم ملک کے بعد ہزاروں جوانوں کی پولیس میں بھرتی کی گئی جن میں سے صرف ایک آدھ درجن مسلمان تھے۔ یہ دہلی جیسے شہر کا حال ہے۔ جو بھارت کا مرکز ہے نیز کانگریس کے جنرل سیکرٹری نے جو ایک گشتی مراسلہ ارسال کیا۔ اس میں اس حق تلفی کا صاف اقرار موجود ہے۔ چنانچہ اس مراسلہ میں انہوں نے کانگریس اسمبلی پارٹیوں کے لیڈروں۔ اعلیٰ وزیروں اور پردیش کانگرس کے صدروں کو ہدایت کی ہے کہ اقلیتوں کو کانگرسی تنظیم اور سرکاری ملازمتوں میں کافی نمائندگی دے کر ان میں اعتماد کا احساس پیدا کریں۔ ان کے تئیں ہمارا رویہ غرور و تکبر سے مبرا ہونا چاہیئے۔ انہیں کانگرس سے الگ کرنے کے لئے طرح طرح کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اس سے قبل کہ وہ کانگرس دشمن عناصر کی چالبازیوں کا شکار ہو جائیں۔ انہیں کانگرس کے اندر لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جبکہ ان سات سالوں میں اتنی شدید حق تلفی ہوئی ہے تو اس کے رفع کرنے اور اس امر کی نگرانی کے لئے کہ آئندہ یہ صورت پیدا نہ ہو۔ بھارت سرکار کو چاہیئے تھا۔ کہ کوئی خاص انتظام کرتی۔ اول تو صرف ایک مراسلہ سے ایسی شدید حق تلفی کے متعلق سمجھ لینا کہ دور ہو جائے گی حد درجہ خوش فہمی ہے۔ دوسرے یہ مراسلہ حکومت کی طرف سے نہیں۔ اس لئے صوبائی اور مرکزی سرکاروں کی طرف سے یقیناً کوئی مؤثر کارروائی نہیں ہوئی ورنہ اعلان ہوتا اور مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ بات ان کے علم میں لائی جاتی۔ تیسرے خود کانگریس کی طرف سے بھی حکومت کو اس بارہ میں توجہ نہیں دلائی گئی۔ ایک طرف تعصب کا اس قدر زور ہے، کہ سات سال سے وزیر اعظم اسے کچلنے کے لئے بار بار قوم کو توجہ دلا رہے ہیں۔ لیکن وہ برابر قائم ہے۔ دوسری طرف ملازمتوں میں حق تلفی کا یہ حال ہے۔ اس لئے اقتصادی بدحالی کا جس قدر شدید اثر مسلمانوں پر ہو گا اس کا سمجھنا مشکل امر نہیں۔

(۳) ذبح گاؤ (گاؤ بدھ) کے خلاف فتنہ انگیز اندولن شروع کرتے رہتے ہیں۔ اول پنجاب میں مسلمان ہی کتنے ہیں۔ اور پھر وہ اس سے احتراز کرتے ہیں۔ اس لئے پنجاب میں اس اندولن کے شروع کرنے سے کونسی خیر و برکت کی توقع ہو سکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ مٹھی بھر مسلمانوں کا قافیہ تنگ کیا جائے؛ دوسرے سارے دیش میں بھی اس سے مسلمان رکے ہوئے ہیں۔ تیسرے یا تو قانوناً گئو بدھ پر پابندی لگا دی جائے۔ ورنہ کوئی شر انگیز طبقہ اس بارہ میں اندولن شروع کرتا ہے تو اسے گرفت میں لایا جائے۔

(۴) ہندو پرچار ہی جاوے جا مسلمانوں کو غدار کہتا رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ متعصب طبقہ ان سے شہ پا کر جگہ جگہ فساد برپا کرتا ہے۔ اخبارات باوجود اپنی قوم کی طرف سے فساد برپا ہونے کے فسادیوں کی ناجائز طرفداری کر کے ملکی فضا کو اور بھی بگاڑتے ہیں۔ لیکن ان کو کچھ نہیں کہا جاتا۔ گذشتہ دنوں علی گڑھ میں ہندو مسلم فساد ہو چکا ہے ابھی وہ ختم نہیں ہونے پایا کہ اب بمبئی میں فساد ہوا ہے۔ جس میں مسلمانوں کی جائداد کو آگ لگائی گئی۔ لوٹا گیا۔ قاتلانہ حملے کئے گئے۔ علی گڑھ کا معاملہ کھل چکا ہے۔ وہاں پولیس کی جنبہ داری سے مسلمانوں پر مظالم ہوئے۔

پرتاپ جالندھر تسلیم کرتا ہے کہ ہندو مسلم تعلقات کی کشیدگی قابل افسوس امر ہے۔ افسوس کہ اس کی اصلاح کے لئے اخبارات نہ صرف کوشش ہی نہیں کرتے بلکہ کشیدگی کو بڑھانے کا سامان کرتے رہتے ہیں۔ اخبار مذکور نے لکھا:۔

"یہ بات تو رونے کی ہے کہ تقسیم کے باوجود ہندوؤں اور مسلمانوں کے جذبات شائستہ نہیں ہو سکے۔ اور وہ آپس میں یوں تنے رہتے ہیں۔ کہ ذرا ذرا سی بات پر فساد ہو جاتا ہے؟" (۷/۵۴-۱۰)

(۵) شدھی کی تحریک جاری کر کے ناجائز طور پر غیر ہندوؤں کو تنگ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ چند روز قبل بھوپال کے جہانگیر آباد کے گرجا کی عبادت کے وقت مہاسبھائیوں نے وہ ہڑبونگ مچایا کہ خدا کی پناہ۔ اور نعرے لگائے کہ عیسائیت کی تبلیغ بند کرو۔ حالانکہ آئین ہند میں ہر بھارت واسی کو مذہب تقریر و تحریر کا مساوی حق حاصل ہے۔ چنانچہ حال ہی میں پنڈت نہرو جی اجمیر میں فرما چکے ہیں:۔

"ہندوستان ہندو ملک نہیں اور جو ایسا کہتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اس ملک میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ اور مذہب کو ترقی کرنے کا مساوی حق حاصل ہے۔" (الجمعیۃ ۷/۵۴-۳۰)

لیکن فرقہ پرست لوگوں کا کیا کیا جائے ایک طرف وہ دوسروں کو مذہب کے پرچار سے روکنا چاہتے ہیں۔ اور دوسری طرف شدھی کو سارے بھارت کا قومی سوال بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ ماہ نئی دہلی میں ہندو مہاسبھا کی طرف سے پرچارک تیار کرنے کے لئے ایک کیمپ کھولا گیا۔ اس کے افتتاح کے موقعہ پر مہاشہ کرشن صاحب ایڈیٹر پرتاپ نے تقریر میں کہا کہ

"شدھی اندولن کا سوال فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ یہ ایک قومی سوال ہے ۔۔۔۔ جبکہ امریکہ و انگلینڈ کی حکومتیں سیکولر ہونے کے باوجود عیسائیت کی تبلیغ میں حصہ لیتی ہیں۔

ہماری کانگرس سرکار اس معاملہ کو فرقہ وارانہ کر اس میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی" (دیکھیے ۲۵ ہٹ)

کیا اس سے ان کے یہ عزائم بے نقاب نہیں ہوتے۔ کہ ان کا منشا تمام غیر ہندوؤں کو کسی نہ کسی ناجائز طریق سے شدھی کر لینے کا ہے؟ یہ امر چونکہ آئین اور حکومت کے سراسر خلاف اور فساد انگیز ہے۔ اس لئے اس کا انسداد حکومت کی طرف سے ہونا ضروری ہے۔ ایک امر ایسے افراد کے لئے حوصلہ افزا یہ ہو جاتا ہے کہ صدر جمہوریت بعض سرکاری کاموں کے شروع کرنے کے وقت پبلک میں وید منتر پڑھتے ہیں۔ ٹیکا لگواتے ہیں۔ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ اور گو صدر محترم کی یہ نیت نہیں ہوتی۔ لیکن اس کا اثر پڑنا لازمی امر ہے سیکولر حکومت کے ہیڈ ہونے کی حیثیت میں پبلک میں آتے وقت اس سے احتراز کرنے کی ہم باادب درخواست کرتے ہیں۔ نیز یہ امر قابل افسوس ہے کہ شدھی کی آڑ لے کر بعض لوگ سابق مسلمان بادشاہوں پر حملہ کرتے ہیں اور خلاف اخلاق باتیں مسلمانوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ کیمپ کے افتتاح کے وقت ایک ذمہ دار شخص نے اپنی تقریر میں کہا:-

"ہندوستان میں آٹھ نو کروڑ مسلمان ہو گئے۔ یہ کہاں سے آئے؟ اسلامی ممالک سے تو چند لاکھ آئے باقی سب یہیں کے ہیں ...... یہ لوگ مسلمان کیسے ہوئے؟ مسلمانوں کے وعظ سے ہوئے؟ مسلم پیروں کے اعتقاد نے انہیں مسلمان بنایا۔ ...... مسلمان بادشاہوں کی تلوار تلے ہوئے۔ ایک تعداد ایسے ہندوؤں کی ہے جو اس لئے مسلمان ہو گئے۔ کہ جس مسلم عورت پر ان کا دل آ گیا اس نے ان سے اپنا مذہب چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔"

(دیکھئے ۲۲ مئی ۵۹ء)

(۵) تعلیمی نصاب میں مسلمان بادشاہوں کے خلاف باتیں لکھی جاتی ہیں۔ اور فسادات ۴۷ء کی یاد دلا کر فرقہ وارانہ ذہنیت نئی پود میں عہد طفولیت سے ہی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ امر عبادت کی یکجہتی اور اتحاد کے استیصال کے مترادف ہے

(۶) اردو کو ہندوستان بھر سے اُڑانے کے لئے خود حکومت کے کل پرزے پورا جتن لگاتے ہیں۔ حالانکہ اردو کی جنم بھومی ہندوستان ہے۔ اور مسلم و غیر مسلم سب کی مساوی اس پر حق ہے۔ حیدرآباد اور یوپی جیسے اردو کے گڑھوں میں اس سے نہایت ناروا سلوک کیا گیا ہے۔ اور تو اور بھارت کے مرکز دہلی میں جہاں مسلمان طلبہ کی کثرت ہے خود سرکار کی طرف سے اردو نصاب کی کتابیں ہی تیار نہیں کی گئیں۔ زبانیں نہ کبھی تصنع سے ترقی پاتی ہیں نہ جبر سے تباہ ہوتی ہیں۔

(۷) حضرت بانی اسلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بار بار توہین کی جاتی ہے۔ لیکن ذمہ دار حکام اس بارہ میں سہل انگاری سے کام لے کر وقت پر اور پوری گرفت نہیں کرتے۔

(۸) مسلمانوں کی جائدادوں کے مقدمات میں ناجائز تاخیر کی جاتی ہے۔ اور پھر محکمہ کسٹوڈین کے قریباً تمام عہدہ دار ہندو کرتے ہیں۔ جن میں سے ایک معتد بہ تعداد نے کم از کم یہ تکلیف اٹھائی کہ اس کی جائداد غیر منقولہ پاکستان میں رہ گئی۔ اس لئے ان سے انصاف کی سو فی صدی توقع رکھنا ان سے مالا یطاق کی توقع رکھنا ہے۔ اور اگر فیصلہ ہو جائے۔ تو اس کی تنفیذ نہیں ہوتی۔ اس کی مثال خود قادیان میں موجود ہے۔

بالآخر جہاں ہم حکومت اور کانگرس کی خدمت میں ادب و ملاطفت سے ان تکالیف کا سدِ باب کرنے کی طرف ان کی توجہ منعطف کراتے ہیں۔ وہاں ہم مسلمانوں سے بھی گذارش کرتے ہیں۔ کہ حکومت اور کانگرس کوشاں ہیں۔ ان کی تکالیف آہستہ آہستہ دور ہو رہی ہیں۔ اور ہو کر رہیں گی۔ ان کو صبر و استقلال سے کام لینا چاہیئے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

سعودی عرب میں تیل کے چشمے کس طرح دریافت ہوئے؟

سعودی عرب کے بادشاہ سعود مشرق وسطیٰ کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ دولتمند حکمران ہیں۔ اگرچہ ایک بے آب و گیاہ علاقے کے فرمانروا ہیں لیکن یہ بے آب و گیاہ دھرتی اپنے سینے سے وہ گراں بہا خزانہ اُگل رہی ہے جو آج دنیا کی سیاسی اور معاشی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے یعنی پٹرول

دریافت کا سہرا

سعودی عرب کی اس بے بہا دولت کا ذخیرہ ظہران نجد میں واقع ہے اس عظیم الشان ذخیرہ کی دریافت کا سہرا شاہ سعود کے والد مرحوم سلطان عبدالعزیز ابن سعود کے سر ہے۔ انہی نے ۱۹۳۳ء میں کیلیفورنیا آئل کمپنی کو کھدائی اور تحقیق و تفتیش کی اجازت دی اور کمپنی کے کارکنوں کو سہولتیں بہم پہنچائیں۔ کمپنی نے تلاش اور کھدائی کا کام ۱۹۳۳ء میں شروع کیا۔ ابتداء میں جو امریکن اس سرزمین پر اترے انہیں مجبوراً عربوں کا لباس پہننا پڑا۔ اور داڑھیاں رکھنی پڑیں۔ ان کی حفاظت کے لئے ہر وقت ان کے ساتھ ابن سعود کا فوجی دستہ رہتا تھا۔ ابتدائی دور بڑا ہی ہمت شکن اور تکلیف دہ تھا۔ انہیں ضروری مشینوں اور اوزار سے لے کر کچھ ضروریات کی چھوٹی چھوٹی چیزیں تک امریکہ سے منگوانی پڑتی تھیں

صحرائے عرب کی خشک اور گرم آب و ہوا بدوی زندگی اور بے مزہ ماحول بھی ان کے لئے کچھ کم مصیبت کا باعث نہ تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ عرب کے باشندے انہیں ناقابل اعتماد نظر سے دیکھتے تھے بحر ریت کے لامتناہی سمندر میں پٹرول کی تلاش بڑے صبر اور ہمت کی طالب تھی۔

مایوسی کے سائے میں

ظاہری حالات اگرچہ انتہائی مایوس کن تھے۔ لیکن امریکن پوری استقامت کے ساتھ ان سے جنگ آزما ہونے کیلئے تیار ہو گئے۔ پہلا کنواں کثیر مصارف اور محنت کی سخت ترین جد و جہد کے بعد کھودا گیا مگر ناکامی ہوئی۔ پھر دوسرا کنواں کھودا گیا لیکن نتیجہ وہی صفر نکلا پھر تیسرے کنوئیں کی کھدائی شروع ہو گئی۔ پورے عزم اور امید کے ساتھ مہینے پر مہینے گذرتے چلے گئے۔ اور مصارف ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں ڈالر تک پہنچ گئے۔ لیکن گوہر مقصود پھر بھی ہاتھ نہ آیا۔ اب نئی امیدوں اور نئے عزائم کے ساتھ چوتھا کنواں کھودا گیا لیکن کئی مہینے کی صبر آزما جد و جہد کے بعد ان کی ہمت جواب دینے لگی۔ اور مایوسی ان کے عزائم پر چھانے لگی انہیں محسوس ہو گیا کہ وہ ایک غلط جگہ پر اپنی دولت اور محنتیں ضائع کرتے رہے ہیں۔

ادھر امریکہ میں ان مسلسل ناکامیوں کی خبریں پہنچیں تو کمپنی کے حصہ داروں کا اجتماع ہوا جب حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ ۸۰ لاکھ ڈالر رائیگاں کوششوں میں ضائع ہو چکے ہیں اور ملا ایک پیسہ بھی نہیں۔ کمپنی کے سامنے اب سوال یہ تھا کہ کیا محنت و دولت کی اس بربادی کے پیش نظر تلاش کا کام بند کر دیا جائے۔ بحث مباحثے کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ دولت اور محنت کو اس طرح برباد نہیں ہونے دینا چاہیئے چنانچہ از سرِ نو سرمایہ جمع کیا گیا اور نئے ماہرین بھیجے گئے اور پہلے سے زیادہ اہتمام کے پانچویں کنوئیں کی کھدائی شروع کر دی گئی۔ پچھلی کوششوں میں یہ تو اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ بے آب و گیاہ سرزمین اپنے سینے میں دولت کی اس بے بہا دولت کو ضرور چھپائے ہوئے ہے۔ پانچویں کنوئیں سے جو تیل نکلا وہ مصارف کے مقابلے میں ایک نہ ہونے کے برابر تھا۔ اب فیصلہ کیا گیا کہ ایک آخری کوشش کر کے اور دیکھ لیا جائے۔ اب کے دو کنوئیں ایک ساتھ کھودے گئے کمپنی کے ممبر اور حصہ داروں کو لمحے لمحے کی خبریں بھیجی جا رہی تھیں۔ پہلے پانچواں اور چھٹا کنواں پایہ تکمیل کو پہنچا لیکن ایک مہیب ناکامی اور بھیانک مایوسی کے سوا کچھ نہ تھا۔

امید کا سورج طلوع ہو گیا

اب کمپنی کے کارکن واپس جانے کی تیاری کر رہے تھے اگرچہ وہ خوش تھے کہ وہ ایک سخت اور تکلیف دہ سرزمین سے نکل جائیں گے۔ لیکن ان کے دل شکستہ اور مایوسی و ندامت انتہائی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ ایک تکلیف دہ خاموشی کے ساتھ صدر دفتر سے واپسی کے احکام کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ کیلیفورنیا سے تار پہنچا۔ لیکن وہ واپسی کا تار نہ تھا بلکہ اس میں انہیں کام جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اور کہا گیا تھا کہ جنرل مینیجر خود آ رہے ہیں۔ اور ڈرلنگ اور مشینوں اور آلات کا جہاز بھی پہنچ رہا ہے نئے عزم اور نئی امیدوں کے ساتھ ساتواں کنواں کھودا جانے لگا۔ تقدیر اپنا فیصلہ دے چکی تھی۔ کنواں مکمل ہوتے ہی زمین کا جگر پھوٹ گیا۔ اور اس کے سینے میں چھپی ہوئی دولت ایک طوفان کی طرح ابل پڑی یہ مارچ ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے۔ یہ کنواں ایک کنواں نہ تھا بلکہ ایک سمندر تھا۔ متلاطم اور طوفان خیز سمندر اس سمندر نے تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ اور سعودی عرب کے بے آب و گیاہ ملک کو پورے مشرق وسطیٰ میں زبردست اہمیت عطا کر دی۔

۱۹۳۸ء سے ۱۹۳۸ء کے عرصے میں مجموعی طور پر پانچ لاکھ اسی ہزار پیپے تیل کا نکالا گیا اور اس میں زیادہ حصہ اسی ساتویں کنوئیں کا تھا ۱۹۳۹ء میں اس کی مقدار ۹۲ لاکھ ۲۷ ہزار پیپے تک پہنچ گئی۔ اور ۱۹۴۸ء میں ۵۰ لاکھ ۴۴ ہزار تک۔ ظہران کے اس علاقے میں تیل کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ۱۹۴۸ء میں کمپنی نے جو تیل نکالا اس کی مقدار دو کروڑ سوا لاکھ اسی ہزار تھی ۱۹۵۰ء میں ۵ کروڑ ۹۹ لاکھ ۴۴ ہزار تک پہنچ گئی۔ ۱۹۵۳ء میں ۹ کروڑ ۸۹ لاکھ ۵۲ ہزار تھی۔ اور ۱۹۵۶ء میں دس کروڑ۔

جماعت احمدیہ کی حکومت سے وفاداری

(از مولوی عبد الحق صاحب [illegible])

جماعت احمدیہ کی ۶۰ سالہ تاریخ جو حکومت وقت سے کامل وفاداری کی آئینہ دار ہے فراموش نہیں کی جا سکتی۔ احمدیت کی یہ تعلیم کہ جس حکومت کے ماتحت رہو۔ اس کے وفادار اور خیر خواہ رہو کسی پالیسی یا مفاد کی خاطر نہیں۔ ہر احمدی اسے بصدق دل سے قبول کرتا ہے۔ احمدیہ جماعت کا یہ اصول ایک مذہبی حکم کے طور پر ہے جو کبھی بدلا نہیں جا سکتا۔ دنیا کے تمام ملکوں میں جو احمدی پائے جاتے ہیں۔ وہ مختلف حکومتوں کے ماتحت رہتے ہوئے اس پُرامن تعلیم پر عمل پیرا ہیں۔

احمدیہ جماعت ہمیشہ اس اصول پر کاربند ہے کہ اپنے مطالبات قانون کے اندر رہتے ہوئے حکومتِ وقت کے سامنے پیش کرنے چاہئیں۔ کسی خلافِ قانون بات کو اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح دنیا میں فتنہ و فساد کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ کھل جاتا ہے۔ اور یہ امن ملک۔ قوم اور انسانیت کے لئے زہر قاتل ہے۔

اگر ایک لمبے عرصہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کی بجائے ہم صرف تقسیم ملک کے بعد ہی کے حالات کا جائزہ لیں۔ تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان کا سب سے بڑا نیتا اور سب سے اعلیٰ دماغ جس پر ہر ہندوستانی اپنی جان نثار کرتا ہے۔ جو اقتصادی و بیرونی سیاست میں قابل ترین خیال کیا جاتا ہے۔ جو ہر معاملہ کو اپنی فراست سے قبل از وقت بھانپ لیتا ہے۔ اور اس بارہ میں مختلف انداز اظہار خیال کرتا ہے۔ اس سب سے بڑے نیتا نے عیسائیوں کے متعلق کہا کہ آسام کے پہاڑی علاقہ کے ناگا قبائل میں ان کے بیرونی مشنریوں نے ہندوستان سے آزاد ہونے کی تحریک پیدا کی۔ جن سنگھیوں۔ مہا سبھائیوں اور راشٹریہ سویم سیوک سنگھ جو ہندوؤں کی جماعتیں ہیں ان کے متعلق پنڈت جواہر لال نہرو نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ ملک کے بدخواہ ہیں۔ فرقہ پرست ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد انہوں نے ملک کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اور ملک کی ترقی میں روک ثابت ہوئے ہیں یہ فرقے ملک کے بدترین دشمن ہیں۔ ان کی سرگرمیاں، فرقہ وارانہ جھگڑے اور انتشار پیدا کرنے تک ہی محدود ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو ہندو دھرم کا علمبردار کہتی ہیں۔ پرجا پریشد بھی جو ہندوؤں کی ایک پارٹی ہے۔ اس کے متعلق پنڈت جی نے فرمایا۔ کہ اس نے ایک ایسے موقعہ پر جبکہ بڑا [illegible] شروع کی جب بھارت کے لئے زندگی اور موت کا سوال بنا ہوا تھا۔ اس نے ہماری راہ میں متعدد رکاوٹیں پیدا کیں۔ اگر یہ پرجا پریشد کی تحریک کامیاب ہو جاتی۔ تو ملک پر تباہی آجاتی۔ پرجا پریشد کو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ پنڈت جی نے سکھوں کے ایک حصہ کے متعلق بھی یہ بیان فرمایا ہے۔ پنجاب میں بعض ایسی جماعتیں ہیں۔ جو سکھ مسئلہ کے متعلق باتیں کرتی ہیں۔ جو لوگ اس طرح کے فرقہ وارانہ طریق کار کے حامی ہیں۔ وہ نہ صرف اپنے فرقہ کے ہی دشمن ہیں۔ بلکہ ملک کے بھی دشمن ہیں۔ ان جماعتوں کی پالیسی اور ان کے کارہائے نمایاں بتانے سے میرا یہ مقصد ہے۔ کہ ملک اور قوم اور انسانیت کی خدمت ان طریقوں اور حربوں سے نہیں ہوتی۔ جو یہ فرقہ پرست جماعتیں وقتاً فوقتاً اختیار کرتی رہی ہیں۔ بلکہ قوم اور ملک کی خدمت کا خیال کرنے سے پہلے عمدہ اخلاق انصاف اور رواداری کے اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں۔ جن کے بغیر انسان ایک وحشی جتنی حیثیت رکھتا ہے اور وحشی سے سوائے چیر پھاڑ اور قتل و غارت کے کسی بہتر کام اور تعمیری پروگرام کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔

اس کے برعکس احمدیہ جماعت کا طریق کار اپنے مقدس پیشوا کی تعلیم پر گامزن ہوتے ہوئے حکومتِ وقت کی اطاعت اس کی کامل فرمانبرداری اور آپ کے ساتھ تعاون کا رہا ہے۔ اور حکومت کے تعمیری کاموں میں روکاوٹیں پیدا کرنا۔ مشکلات حائل کرنا۔ اور ارباب حکومت کی توجہ کو منتشر کرنا اس کی مذہبی تعلیم کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنوں کے علاوہ انصاف پسند اور حقیقت شناس غیر مسلم مدبر بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ احمدیہ جماعت پابند قانون اور حکومت کی دل سے وفادار ہے۔ اور وہ کبھی فتنوں میں ملوث نہیں ہوتی۔

دہلی کے ایک مشہور ڈاکٹر شنکر داس مہرہ احمدیہ جماعت کے متعلق رقم طراز ہیں۔ کہ:-

"قادیان کی پاکیزہ بستی میں ایک ہندوستانی پیغمبر کی پیدائش ہوئی جس نے اپنے اچھے اخلاق اور نیکی سے ارد گرد کے علاقہ کو بھرپور کردیا۔ یہ عمدہ اخلاق ان کے ماننے والوں کی زندگی میں ظاہر ہیں۔ احمدیہ جماعت ایک تعمیری پروگرام رکھنے والی اور قانون کی پابند جماعت ہے۔ اور عدالتوں کے ریکارڈ سے ظاہر ہے کہ اس کے افراد نمایاں طور پر جرم سے پاک ہیں۔ گذشتہ فسادات میں بھی ان کے ہاتھ فتنہ و فساد سے بالکل صاف رہے۔ یہ سب کچھ ان کے پیشوا کی عمدہ تعلیم کا نتیجہ ہے"

صرف مثال کے طور پر ایک حوالہ دیا گیا ہے۔ ورنہ بہت سے مفکرین اور حق و انصاف پسند لوگوں نے احمدیہ جماعت کی پابند قانون اور حکومت سے وفادارانہ حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اس پر اظہار خیال کیا ہے۔

قادیان میں جہاں کے چند سو کے قریب احمدی تقسیم ملک کے بعد بھی آباد ہیں حکومت سے تعاون کی یہ مثال واضح ہے۔ کہ احمدی ہر قومی تہوار میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ جبکہ دوسری قوموں پرستی اور کاہلی چھائی ہوئی دیکھی جاتی ہے۔ اور وہ آزادی کی تقریب پر چند گھنٹہ کاروبار بند کر کے بھی جلسوں اور جلوسوں میں شامل نہیں ہو سکتے یہ جماعت ملک کے تعمیری پروگرام میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ چنانچہ پانچ سالہ ترقی کے منصوبے میں جماعت نے بھی باوجود مالی تنگی اور ذرائع آمد مسدود ہونے کے دس ہزار روپیہ کمیونٹی پروجیکٹ کی سکیم میں دیا ہے۔

یہ سب طریق جو حکومت سے وفاداری پر مبنی ہیں صرف اس بہتر تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ جس کے متعلق یہ جماعت یقین رکھتی ہے کہ تمام دنیا کو اس پر کاربند ہونا پڑے گا۔ اور دنیا میں حقیقی امن صرف اسی تعلیم پر عمل کرنے کی صورت میں ہی قائم ہو سکتا ہے۔

چمبہ میں نہرو کا ورود (بقیہ صفحہ ۲)

جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ علماء دہلی سے لگوایا۔ اور ان کو احمدیوں سے شدید نفرت تھا اسلئے ڈپٹی کمشنر نے ان کی درخواست اس شرط کے ساتھ منظور کی کہ وہ احمدی احباب کو بھی ساتھ لائیں گے لیکن قرار کے باوجود غیر احمدی احباب نے احمدی دوستوں کو اطلاع تک نہ دی چنانچہ پنڈت نہرو صاحب جب وہاں آئے تو مسٹر وشوا ناتھ صاحب گپتا ایم۔ ایل۔ اے نے پوچھا کہ وہ احمدیوں کو کیوں نہیں لائے۔ علاوہ ازیں پنڈت جی سے [illegible] کہ یہ معاملہ ہے کہنے کے [illegible] احمدیوں کو نہیں [illegible] ہماری عرضداشتیں پیش کر کے کہا کہ [illegible] دو عرضداشتیں پیش کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

مسٹر گپتا ایک دیانتدار شریف النفس غیر متعصب اور ہمدرد خلائق انسان ہیں تقسیم ملک سے قبل جماعت احمدیہ کیساتھ انکے گہرے مراسم ہیں۔ پنڈت جی سے بھی ان کے قریبی تعلقات ہیں۔ چنانچہ پنڈت جی کے قیام کے دوران میں گپتا صاحب کے سپرد بہت سے انتظامات تھے میوزیم میں جب پنڈت جی نے قدیم زمانہ کی بندوقیں دیکھیں جن کی نالیاں [illegible] گز لمبی تھیں تو آپ نے جنرل [illegible] سے دریافت کیا کہ ان کو کس طرح چلایا جاتا ہے۔ جنرل صاحب نے عدم واقفیت کا اظہار کیا تو گپتا صاحب نے بتایا کہ انکے بھرنے اور چلانے کا یہ طریق ہے۔ ایک موقعہ پر جبکہ گدی یا پانگی زبان میں شعر پڑھے جا رہے تھے تو گپتا صاحب ہی کو ساتھ ساتھ ترجمہ سناتے جاتے تھے۔ چمبہ سے روانگی کے وقت سب سے آخر پر پنڈت جی نے گپتا صاحب سے ہی مصافحہ کیا۔

مذکورہ بالا عرضداشتوں میں سے ایک سابق صدر جماعت احمدیہ مکرم مستری غلام رسول صاحب کی طرف سے بطور صدر انجمن اسلامیہ کے تھی جس میں یہ ذکر کیا گیا تھا۔ کہ چمبہ کا علاقہ بھارت کے نہایت پسماندہ علاقوں میں سے ہے گو یہاں کی سرکار اپنی ہمت کے مطابق اسکی ترقی کیلئے کوشاں ہے۔ لیکن چونکہ ہماچل پردیش کا قیام نیا نیا ہوا ہے اس لئے اسکے ذرائع محدود ہیں۔ اسلئے مرکز کی زیادہ توجہ اور اعانت درکار ہے۔ پانگی کا علاقہ چھ ماہ برفباری کے باعث منقطع رہتا ہے۔ اسیطرح گوجروں کی آبادی زیادہ ہے اور اراضی کم۔ گدی لوگ بھی پسماندہ ہیں ان سب کی اقتصادی حالت کی بہتری کا سامان کرنا ازبس ضروری ہے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ بسا اوقات مقدمہ میں پیشی کے لئے یا تحصیلدار کے نام درخواست لکھنے کے لئے آمد و رفت کا بارہ بارہ دن کا انکو سفر کرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی درخواست کی گئی تھی۔ کہ مسلمان ۱۹۴۷ء میں مجبوراً وہاں سے ہجرت کر گئے اور جلد ہی انہوں نے واپسی کیلئے حکومت ہند سے درخواست کی وہ ابتک اسکی منظوری کے انتظار میں ہیں۔ جیسے یو۔پی میں ہزاروں مسلمانوں کو پاکستان سے آنیکی اجازت [illegible] ہو رعیت [illegible] ہے مناسب ہو تو ان کو بھی اجازت دی جائے۔ نیز ۱۹۴۷ء میں جو مسلمان مجبوراً جموں اور بھدرواہ چلے گئے تھے۔ وہ تباہ حال ہوئے ان کو واپس آنے پر کوئی اعانت نہیں دی گئی ان کی امداد کا سامان کیا جائے۔ علاوہ ازیں جبکہ آئین میں اردو کو بھی بھارت کی ایک زبان کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ ریاست میں اسکی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے۔

دوسری درخواست جماعت احمدیہ کی طرف سے مکرم ڈاکٹر غلام نبی صاحب نے دی تھی جس میں عرض کیا گیا تھا کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ایک بنجر [illegible] باڑی ہے جو تقریباً پچاس سال رہائی [illegible]

تحریک جدید کے بقایا داران فوری توجہ فرمادیں

جیسا کہ احباب کو علم ہے تحریک جدید کا مالی سال ختم ہونے میں صرف ساڑھے تین ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ اس وقت تک کل رقم وعدہ میں سے کم از کم ۳/۴ حصہ رقم وصول ہونی چاہیئے تھی۔ مگر بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ اس سال تحریک جدید کے چندہ کی وصولی بہت ہی کم یعنی ۱/۴ سے بھی کم وصولی ہو سکی ہے۔ علاوہ اس کے ایک کثیر حصہ بقایا سالِ گزشتہ کا قابلِ وصول ہے۔ بعض احباب نے بڑی کوشش سے اپنا بقایا سالہائے گذشتہ ادا کیا ہے۔ مگر اکثر حصہ جماعت کا ایسا ہے جنہوں نے نہ بقایا گذشتہ اور نہ وعدہ سالِ حال ابھی تک ادا کیا ہے۔ دفتر کی طرف سے دوران سال میں اخبار کے ذریعہ سیکرٹری صاحبان مال کے ذریعہ اور انفرادی طور پر یاد دہانیاں بھجوائی جاتی رہیں۔ چنانچہ جون کے آخر میں سب بقایا داران احباب کو ان کا حساب ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ بھیجا گیا۔ لیکن وصولی چندہ کی رفتار میں کوئی خاص فرق نہیں آیا۔ اب حالت یہ ہے سال ختم ہونے میں صرف ایک چوتھائی باقی ہے۔ اور چندہ نصف سے بھی کم وصول ہوا ہے۔ سو بذریعہ اعلان ہذا سب بقایا دار احباب کی خدمت میں گذارش کی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ سے کئے گئے وعدہ کو جلد از جلد ادا کر کے سرخرو ہوں۔ ممالک بیرون کی تبلیغ اسی چندہ سے وابستہ ہے اور آپ دوستوں کا اس چندہ میں سستی کرنے کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ثابت ہوگا۔ حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ اس چندہ کی اہمیت کو انیس سال کے عرصہ سے نہایت تفصیلات کے ساتھ بیان فرما چکے ہیں۔ اور وعدہ کر کے ادائیگی کے متعلق بھی حضور نے متعدد مرتبہ احباب جماعت کو توجہ دلائی ہے۔

سیکرٹریان مال کو خاص طور پر وصولی چندہ کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر فوری طور پر اس طرف توجہ نہ دی گئی۔ تو ایک کثیر حصہ رقم بغیر وصولی کے رہ جائے گی جس کے بقایا کا اثر اگلے سال کے وعدہ جات پر یقیناً پڑے گا۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو اس کام کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

خاکسار وکیل المال تحریک جدید قادیان

احباب جماعت اور عہدیداران توجہ کریں

چندہ جات لازمی کی وصولی میں تشویشناک کمی

جب سلف صالحین اور صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کا ذکر کیا جائے تو ہر ایک مسلمان حسرت سے اس خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ کہ کاش وہ بھی اس زمانہ میں ہوتا۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی نصرت و تائید کے لئے مالی و جانی قربانی پیش کر سکتا ہے۔

سو ایسے سچے اور خدمتِ دین کی تڑپ رکھنے والے مسلمانوں اور بالخصوص احمدی جماعت پر یہ امر واضح ہے۔ کہ موجودہ زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے اسلام کے لئے قربانیوں کا دروازہ دوبارہ کھل گیا ہے۔ آج بھی ہمیں وہ مواقع میسر ہیں۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے اپنے اموال پیش کر کے صحابہ کرام جیسی عدیم المثال قربانیوں میں شریک ثواب ہو سکیں۔

بلاشبہ مجموعی لحاظ سے مخلصین جماعت نے قربانی کا اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ بہت سے احباب جماعت ایسے ہیں۔ جو بے شرح اور بے قاعدہ چندہ دینے والے اور بقایا دار ہیں۔ اور ایک خاص تعداد نا دہندگان کی بھی ہے۔ امراء و پریذیڈنٹوں اور عہدیداران مال سے توقع تھی۔ کہ وہ سال رواں میں چندوں کی تنظیم کو پہلے سے زیادہ منضبط کریں گے۔ اور وصولی چندہ جات میں بیداری کا ثبوت دیں گے۔ مگر افسوس سے اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ کہ واقعات اس کے برعکس ہیں۔ چنانچہ سالِ رواں کے تین ماہ گذرنے کے بعد ۳۱ر جولائی تک چندہ جات لازمی کی وصولی میں بجٹ کے مقابلہ پر تقریباً آٹھ ہزار روپے کی کمی ہے۔ جو از حد درجہ تشویشناک حالت ہے۔

لہٰذا احباب جماعت اور عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ ہر ایک اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے چندوں کا جائزہ لے۔ کہ کیا سو فی صدی بقایا جات اور چندے ادا کر رہے ہیں۔ اور عہدیداران مال کو سو فیصدی رقوم وصول ہو چکی ہیں۔ جنہیں وہ فوری طور پر مرکز میں بھجوا چکے ہیں۔ اگر ہر فرد اور ہر جماعت اپنا بجٹ پورا کرنے کی طرف توجہ دے اور جماعتیں اپنی مساعی کی رپورٹ نظارت میں باقاعدگی سے بھجوائیں۔ تو یہ ممکن نہیں۔ کہ مرکز کو مالی مشکلات برداشت کرنی پڑیں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

ٹائپسٹ کی ضرورت ہے

نظارت امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ایک ٹائپسٹ کی ضرورت ہے۔ مرکز کی برکات سے مستفید ہونے والے اور قادیان کی رہائش کے خواہشمند احباب جو ٹائپ کا کام بھی جانتے ہوں کے لئے یہ نادر موقعہ ہے۔ درخواست کنندہ مخلص احمدی نوجوان اور صحت مند ہو۔ کم از کم ۴۰ رفتار پر ٹائپ کر سکتا ہو۔ تعلیم کم از کم میٹرک پاس۔ سابقہ تجربہ رکھنے والے درخواست کنندہ کو ترجیح دی جائے گی۔ درخواستیں مقامی امراء یا پریذیڈنٹ صاحبان کی سفارش کے ساتھ ۳۰ر اگست تک نظارت ہذا میں پہنچ جانی چاہئیں۔ صدر انجمن احمدیہ کے قواعد کے مطابق ایسے نوجوان کو ۸۰-۳-۵۰ کے گریڈ میں ابتدائی تنخواہ کے علاوہ مبلغ ۱۰/- روپے مہنگائی الاؤنس بھی دیا جائے گا۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

ولادتیں:- (۱) اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے غلام قادر صاحب مشرقی سکندر آباد دکن کو ان کی دوسری بیوی کے بطن سے ایک لڑکا عطا فرمایا ہے۔ (۲) عطاء اللہ صاحب سندھی سابق درویش حال لنگری سندھ کو ۲۰ جون کو اللہ تعالےٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔ (۳) فتح محمد صاحب اسلم مبلغ سلسلہ احمدیہ کتن گرام کو اللہ تعالےٰ نے ۲۷ جون کو لڑکی عطا فرمائی ہے۔

(۴) خاکسار ایڈیٹر بدر کے بھائی ملک عصمت اللہ خان صاحب مقیم کسووال ضلع منٹگمری کے ہاں ۴ر اگست کو اللہ تعالےٰ نے بچی عطا کی ہے۔

احباب ان سب نومولودوں کی درازیٔ عمر اور قرۃ العین اور خادم دین بننے کے لئے دعا فرمائیں۔

چمبہ میں نہرو کا ورود دلبقیہ صفحہ ۱

قادیان میں کام کر رہی ہے۔ لیکن خلاف منشاء قانون اسکی جائداد محکمہ کسٹوڈین کے قبضہ میں ہے، اسے واپس دلائی جائے۔ علاوہ ازیں قادیان کے کئی ایک احمدی دوست اپنی جائدادوں سے محروم ہیں اور بعض نے ان میں سے عدالت سے بھی اپنے حق میں فیصلے حاصل کئے ہیں۔ لیکن سالہا سال کی کوشش کے باوجود ان کی تنفیذ نہیں کی جاتی۔ پس ان امور کے بارہ میں مناسب کارروائی کی جائے۔ یہ صورت حال جماعت احمدیہ کیلئے باعث تشویش ہے۔

پنڈت جی نے ایک وزیر سے اردو کے پڑھائے جانے کے متعلق فرمایا۔ وزیر موصوف نے کہا کہ طالب علم نہیں۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ جب اردو کی تعلیم شروع کی جائے گی۔ تب اسکے طالب علم مل جائیں گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اردو پڑھانے کیلئے سو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار خرچ کوئی مشکل امر ہے۔ بعض اور امور سے متعلق بھی آپ نے جواب یا امید ہے اسبارہ میں اور بھی مناسب کارروائی ہوگی۔

روزنامہ پرتاپ مورخہ ۷ راگست نے اسبارہ میں تحریر کیا ہے:

"چمبہ ۴ راگست۔ کل شری دولت رام گپتا ایم ایل۔ اے نے مسلمانوں جن میں قادیانی بھی شامل تھے کی طرف سے شری نہرو کو ایک عرضداشت پیش کی جس میں صوبہ میں اقلیتی فرقہ بالخصوص مسلمانوں سے بہتر سلوک پر اظہار اطمینان کیا گیا۔ عرضداشت میں کہا گیا کہ اردو کی تعلیم کیلئے سہولتیں مہیا کی جائیں۔ عرضداشت میں یہ بھی کہا گیا کہ ضلع کے جو مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے تھے وہ چمبہ کر مستقل طور پر آباد ہونا چاہتے ہیں اسلئے اگر ممکن ہو سکے تو یہ مانگ منظور کر لی جائے۔ شری نہرو نے عرضداشت میں اٹھائے گئے نکات پر ہمدردانہ غور کرنے کا وعدہ کیا۔" (ص ۲)

چونکہ اس موقعہ پر ریاست چمبہ کے کونے کونے سے مسلم و غیر مسلم آئے ہوئے تھے اس لئے گوجروں اور مسلمانوں اور غیر مسلموں میں تبلیغ کا نادر موقعہ تھا تقسیم لٹریچر اور زبانی تبلیغ کرنے فائدہ اٹھایا گیا۔ مکرم مستری محمود شفیع صاحب نے جو احمدیت کی طرف مائل ہیں اس میں بہت معاونت کی۔ محترم راجہ صاحب آف چمبہ کی خدمت میں بھی ان کے محل پر حاضر ہو کر جماعت مکرم مستری غلام رسول صاحب خاک رضا نوبر پیش کیا۔

بھوپال۔ پرجا سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر بنرجی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ جنگ

مختصر اور ضروری خبریں!

آزادی میں جو پارٹ اردو زبان نے ادا کیا وہ کسی اور زبان نے نہیں کیا۔ اسی زبان نے ملک کے عوام کو بیدار کیا۔ اردو کے مخالف اس مسئلہ کو محدود دائروں میں دیکھتے ہیں۔

۴ راگست۔ جلدوانی۔ ایک سکھ کے بال منڈوانے پر بعض سکھوں نے اُسے مارنا شروع کر دیا۔ اور مارتے ہوئے تاج ہوٹل کے سامنے پہنچے تو تاج ہوٹل میں چائے پینے والے بعض مسلمانوں نے جھگڑا کرنے کو منع کیا۔ تو سکھ ان پر حملہ آور ہو گئے انہوں نے کرپانوں اور لاٹھیوں سے ۴ مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔

۹ راگست۔ مدراس۔ کل یہاں اینٹی ہندی ڈے منایا گیا۔ دراوڑ فیڈریشن کے والنٹیروں نے ریلوے سٹیشنوں کے بورڈ پر ہندی کے الفاظ پر تارکول پھیر دیا۔ یہ اینٹی ہندی ڈے گذشتہ تین سال سے اسی تاریخ کو منایا جا رہا ہے تنجور میں مظاہرین نے سیاہ قمیضیں پہن کر مظاہرہ کیا۔ اور ہندی کے خلاف نعرے لگائے۔

انبالہ۔ وزیراعظم مسٹر نہرو نے پٹھانکوٹ میں ایک قومی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ کشمیریوں میں افتراق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس پوزیشن کو کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ آپ نے فرقہ دارانہ سیاست کو خطرناک بتایا۔

بریلی۔ یہاں حالیہ فسادات کی تفاصیل سے پتہ چلتا ہے کہ افسران کی نااہلی سستی اور انتظامی قابلیت کے فقدان کی وجہ سے فسادات ہوئے اور مسلمانوں پر ایک قیامت برپا کر دی گئی۔ پولیس نے حملہ آوروں کی پوری مدد کی۔

پٹنہ۔ دربھنگہ اور سمستی پور میں سیلاب کی وجہ سے خطرناک صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے۔ مظفرپور اور دربھنگہ کے درمیان ریلوے رابطہ ٹوٹ گیا ہے۔

دہلی۔ جمعیتہ علمائے ہند کی طرف سے حکومت ہند کو ایک یادداشت میں بعض تجاویز پیش کی گئی ہیں جن کا مقصد غیر ملکی مسلم شہریوں کی جائدادوں پر بیجا قبضہ کو روکنا ہے۔

گنپت گنج (بہار) ۲۹ رجولائی دریائے کوسی کی طغیانی سے شمالی بہار کے نشیبی علاقے زیر آب ہو گئے ہیں۔ جانی و مالی نقصانات بے شمار ہوئے ہیں۔

پٹنہ۔ بہار کے سیلاب زدہ علاقوں میں پانی گھٹ رہا ہے۔ مگر بعض نئے علاقوں میں وبائی امراض کے پھیل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

۱۱ راگست بمبئی۔ پرتگال غیر جانبدار ممبر مقرر کرنے کے متعلق اپنے وعدوں سے پھر گیا۔ جنگی تیاریاں تیز ہو گئیں۔ پرتگال نے جنگی تیاریوں کے بے نقاب ہونے کے ڈر سے بھارت کے جواب کو غیر تسلی بخش قرار دیا۔ پاکستان نے پرتگیزی بستیوں کو ضروری اشیاء کی سپلائی بند کر دی۔ دیو کے گورنر کی بیوی ۲½ لاکھ کے زیورات لے کر پرتگالی ایسٹ افریقہ کو چلی گئی۔ گوا کی نصف آبادی دیہات اور بھارتی علاقہ میں چلی گئی۔

چنڈی گڑھ۔ پنجاب سرکار نے صوبہ کے چھ اضلاع میں ایگزیکٹو کو جوڈیشری سے علیحدہ کرنے کے انتظامات مکمل کر لئے ہیں اس کا ابتدائی تجربہ ہوشیارپور میں کیا جائے گا۔ گورداسپور۔ بٹالہ۔ نواں شہر وغیرہ نو مقامات کو ڈویژنل ہیڈکوارٹر بنانے کا قطعی فیصلہ ہو گیا۔ اور ان کی تشکیل اس مہینہ کے آخر تک ہو جائے گی۔

امرتسر۔ کل رات اٹاری سرحد پر پولیس اور سمگلروں کی ایک پارٹی کے درمیان تصادم ہو گیا۔ تین سمگلر ہلاک اور سرغنہ گرفتار ہو گیا

جوہانسبرگ۔ پرتگالی شرقی افریقہ میں مقیم پانچ ہزار ہندوستانیوں کی جان و مال خطرہ میں ہے۔ بنکوں سے روپیہ نکلوانے سفر کرنے اور کاروبار پر زبردست پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔

چنڈی گڑھ۔ چنڈی گڑھ کو پینے کا پانی مہیا کرنے کے لئے بھاکڑا سے نہر نکالی جائے گی۔ یہ کام چھ ماہ میں ختم کیا جائے گا۔

لکھنؤ۔ گذشتہ ۱½ ماہ میں نئی پراسرار بیماری سے جو یوپی میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ چودہ سال تک کے ۱۵ بچے ہلاک ہو چکے ہیں۔ بیمار ۲۴ گھنٹوں میں ہلاک ہو جاتا ہے۔

کیسٹر و چ۔ گوآ کے عوام نے تحریک آزادی کی مکمل حمایت کا اعلان کر دیا۔ سرحدی دیہات میں بھاری پبلک جلسے ہو رہے ہیں۔ لیڈر نائب ڈی وہن جتھہ کی رہنمائی کریں گے۔

نئی دہلی۔ یوپی کی پراسرار بیماری دہلی میں بھی پھیل گئی۔ تیس بچے مر چکے ہیں۔

بمبئی۔ پرتگال کے چار مزید جنگی جہاز چند دنوں میں گوآ پہنچ رہے ہیں۔ گوآ میں ستیہ گرہ کے لئے پہلا جتھہ روانہ ہو گیا ہے۔ ستیہ گرہ کے مقابلہ کے لئے زبردست تیاریاں کی گئی ہیں۔ وزیراعظم پرتگال نے بھارت سے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

منیلا۔ شہر ملبورن میں ایک ۱۳۲ سالہ عورت ہے۔ جس کا ایک بچہ ۹۹ سالہ ہے۔ اس عورت کے پوتے اور ان کی اولاد تین سو ہے اس کی صحت بہت اچھی ہے۔

جالندھر۔ پنجاب کے ۱۵۷۵۲ دیہات میں اشتمال اراضی کا کام شروع ہے۔ ۳۳ لاکھ ایکڑ زمین کے اشتمال کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ موجودہ رفتار سے پانچ سال میں سارے پنجاب کا مکمل ہو جانے کی امید ہے۔

کراچی۔ وزیراعظم مصر کرنل ناصر نے گورنر جنرل پاکستان کی درخواست پر پاکستان آنا منظور کر لیا ہے۔

حصار۔ وزیر تعلیم پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ دیہاتی علاقوں میں پانچ میل کے دائرہ میں ایک ایک آیورویدک و یونانی ڈسپنسری قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا کہ دیہات کے تمام اہم مقامات کو بس سروس کے ذریعہ شہروں اور قصبات سے ملا دیا جائیگا

لکھنؤ۔ یوپی کے بیشتر اضلاع میں ٹڈی دل کے حملوں سے تشویشناک صورت حالات پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ پانچ اضلاع میں ٹڈیوں نے زور و شور سے فصلوں پر حملے شروع کر رکھے ہیں۔ جنہیں تباہ کرنے کیلئے ان اضلاع کو دھڑا دھڑ ضروری سامان بھیجا جا رہا ہے۔